اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا سورۃ الفاطر پارہ ۲۳ آیت ۲۸
ترجمۂ کنزالایمان: اللہ اس سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں
بالعموم ہر مسلمان اور بالخصوص علماء اور خطباء کے لئے مفید تحریر
بیانِ فضلِ علم السّلف علی علم الخلف
ترجمہ بنام
علم اور اسلاف کی علمی فضیلت
تصنیف لطیف
امام علامہ حافظ زین الدّین ابوالفرج
عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب
البغدادی الحنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی ۷۹۵ھ)
ترجمہ و تحشیہ و تخریج
ابوثوبان محمد خاقان عطاری رضوی المدنی عفی عنہ الغنی
اس کتاب میں آپ پڑھیں گے
علم نافع اور علم غیر نافع کے بارے میں قرآن اور حدیث کے ارشادات
بعض علوم مثلاً علمِ نجوم، منازل القمر و علم الانساب وغیرہ کے احکام
سب سے نفع بخش علم کون سا ہے؟ اور علم نافع کے ثمرات
علمائے اسلاف کی وجہِ فضیلت
نیز اس کے علاوہ اور بہت کچھ
پروگریسو بکس

علم اور اسلاف کی علمی فضیلت

تصنیف لطیف
امام العلامہ الحافظ زین الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب
البغدادی الحنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی ۷۹۵ھ)

ترجمہ و تحشیہ و تخریج
ابو ثوبان محمد خاقان عطاری رضوی المدنی عفی عنہ الغنی

باراول	مئی 2019
پرنٹرز	تایا پرنٹنگ پریس، لاہور
سرورق	النافع گرافکس
تعداد	600/-
ناشر	چوہدری غلام رسول۔ میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول
قیمت	/= روپے

ملنے کے پتے

ملت پبلی کیشنز
فیصل مسجد اسلام آباد Ph: 051-2254111
E-mail: millat_publication@yahoo.com

اسلام بک ڈپو
۱۲۔ گنج بخش روڈ لاہور فون 042-37112941 0323-8836776

شوروم ملت پبلی کیشنز دوکان نمبر 5۔ مکہ سنٹر نیو اردو بازار لاہور 0321-4146464
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسو بکس
یوسف مارکیٹ ٥ غزنی سٹریٹ
اردو بازار ٥ لاہور
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

فہرست کتاب

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

☆☆☆☆☆

ایک نظر ادھر بھی۔۔

قارئین کرام! اہل فن ہی ایک زبان کے مفاہیم ومطالب کو دوسری زبان کی طرف منتقل (ترجمہ) کرنے کے دقائق ومشکلات سے واقف ہیں نیز اس میں کس قدر عرق ریزی درکار ہے، یہ وہی جانتا ہے جو اس بحر ذخار میں غوطہ زن ہو۔ زیرِ نظر رسالہ مبارکہ مسمّٰی ''بیان فضل علم السلف علی علم الخلف'' علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ کا ہے، جس میں آپ علیہ الرحمۃ نے علم نافع اور علم غیر نافع کے متعلق کافی تفصیل سے گفتگو فرمائی ہے اور اس کے متعلق قرآنی آیات واحادیث مبارکہ واقوالِ علماء سے استدلال فرمانے کے ساتھ ساتھ متقدمین (پہلے والوں/اسلاف) علمائے اسلام رحمہم اللہ السلام کی متاخرین (بعد والوں) پر علمی فضیلت کو بھی بڑے اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے، لیکن چونکہ یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور ہر فرد اس سے استفادہ نہیں کرسکتا، تو عوام کی آسانی کے لئے اس کا ترجمہ بنام ''علم اور اسلاف کی علمی فضیلت'' پیش کیا جارہا ہے اور اس پر جس انداز سے کام کیا گیا، وہ تو قارئین کرام کو پڑھنے ہی سے اندازہ ہوسکتا ہے، البتہ یہاں مختصر انداز میں اس پر کئے گئے کام اور اس کے اسلوبِ کار کو بیان کیا جارہا ہے۔

- ☆ حتی الوسع آسان اور عام فہم مفہومی ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔
- ☆ اہم اور نئی بات کے آغاز سے پہلے نمایاں الفاظ میں اُس کا عنوان قائم کردیا گیا ہے۔
- ☆ آیات واحادیث مبارکہ اور آثار صحابہ کی تخریج کی گئی ہے۔
- ☆ آیاتِ قرآنی کا ترجمہ شیخ الاسلام مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان القادری الحنفی الماتریدی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے عشق ومحبت میں ڈوبے ہوئے ترجمہ قرآن ''کنزالایمان'' سے درج کیا گیا ہے۔

☆ رواۃِ حدیث اور بزرگوں کے مختصر احوال بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

☆ جس مقام پر وضاحت کی حاجت محسوس ہوئی، اس کے تحت مفید حواشی کا اضافہ کیا گیا ہے۔

☆ فنی اصطلاحات کا لفظی ترجمہ کئے بغیر صرف اہل فن کی اصطلاح کو ذکر کیا گیا ہے۔

☆ احادیث مبارکہ کی سندی حیثیت کو بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

☆ اکثر جگہ اکابرین امت اور مصنفین کا نام درج کرتے ہوئے ان کی سن وفات بھی بریکٹ میں ذکر کر دی گئی ہے۔

☆ کتاب کے شروع میں مضامین کتاب کی فہرست اور آخر میں تعارفِ رجال کی فہرست بھی درج کی گئی ہے۔

☆ حتی الامکان رموز اوقاف مثلاً فل اسٹاپ، سوالیہ نشان وغیرہ کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرما کر مقبولِ خاص و عام فرمائے اور اسے میرے لئے ذریعۂ نجات بنائے۔

(آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

☆☆☆☆☆
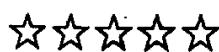
شرفِ انتساب

میں اپنی اس کاوش کو حضور سیّد عالم نور مجسّم رسولِ محتشم شہنشاہ آدم و بنی آدم شافع امم حبیبِ مکرّم نبی کائنات فخر موجودات جانِ کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں ہدیۃً وتحفۃً پیش کرتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے توسل سے اس کاوش کو شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن اور اپنے پیرو مرشد امیر اہلسنت حضرت علامہ ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ اور اپنے تمام اساتذۂ کرام بالخصوص حضرت علامہ مولانا محمد ناصر العطاری المدنی، حضرت علامہ مولانا محمد وقاص العطاری المدنی، حضرت علامہ مولانا محمد عبد القیوم العطاری المدنی اور حضرت علامہ مولانا محمد خالد العطاری المدنی مدظلہم العالی جنہوں نے مجھے علم کی شمع سے روشن کیا اور اپنے مشفق ومحسن والدین کریمین متعنی اللہ تعالیٰ بطول حیاتھما بصحۃ وعافیۃ کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن کی کرم نوازیوں، شفقتوں اور دعاؤں کے نتیجے میں، میں دین متین کی خدمت کے قابل ہوا۔

الفقیر الی ربہ القدیر

ابو ثوبان محمد خاقان عطاری رضوی

عفی عنہ بجمد النبی الامی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

☆☆☆☆☆

مختصر تعارفِ مصنّف علیہ الرحمۃ

نام ونسب: حضرت زین الدین ابوالفرج عبدالرحمن بن احمد بن رجب بن حسن بن محمد بن مسعود السلامی البغدادی الدمشقی الحنبلی علیہ رحمۃ اللہ القوی۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول 736ہجری بغداد شریف میں ہوئی۔

تحصیل علم: آپ علیہ الرحمۃ 744ہجری میں اپنے والدمحترم کے ہمراہ دمشق چلے آئے اور دمشق میں اجازتِ حدیث علامہ ابن النقیب علیہ الرحمۃ سے حاصل کی، جبکہ تحصیل علم کے واسطے علامہ احمد بن عبدالمؤمن السبکی النَّوَوِی علیہ الرحمۃ کے سامنے زانوئے تلمّذ تہ کیا، مزید جن شیوخ واساتذہ سے علم حدیث کی تحصیل کی ان میں سے بعض یہ ہیں: امام شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسی الحنبلی، امام علاءالدین ابو الحسن بن ابراہیم بن داؤد بن سلیمان بن العطار الدمشقی الشافعی الجہنی، محمد بن الخباز وغیرہ علیہم الرحمۃ۔

تصنیفات

آپ علیہ الرحمۃ کئی علوم وفنون میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے اور مختلف تصانیف علمی یادگار کے طور پر چھوڑیں، جن کی تعداد تقریباً33 ہے، جن میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

(1) تفسیر ابن رجب حنبلی (علیہ الرحمۃ)۔

(2) شرح جامع ترمذی۔

(3) ذیل طبقات الحنابلۃ: یہ کتاب ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ کی وجہ شہرت

ہے،اس کتاب میں مذہب حنبلیہ کے ائمہ، علمائے کرام اور ممتاز شخصیات کا تذکرہ موجود ہے۔

(4) جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم: اس کتاب میں جوامع الکلم احادیث مبارکہ میں سے 50 حدیثوں کو مع تشریح ذکر کیا گیا ہے۔

(5) فتح الباری شرح صحیح بخاری: آپ علیہ الرحمۃ کی یہ کتاب ''کتاب الجنائز'' تک لکھی جاسکی، مکمل نہ ہوسکی۔

(5) نور الاقتباس فی مشکاۃ وصیۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم لابن عباس رضی اللہ عنہ۔

(6) شرح حدیث ما ذئبان جائعان۔

(7) اہوال یوم القیامۃ۔

(8) اللطائف فی الوعظ۔

(9) بیان فضل علم السلف علی الخلف۔

وفات وتدفین: آپ علیہ الرحمۃ کا وصال پر ملال ماہِ رجب المرجب 795 ہجری میں ہوا اور آپ علیہ الرحمۃ کی تدفین قبرستان بابِ صغیر دمشق میں امام ابو الفرج عبد الواحد بن محمد الشیرازی الدمشقی علیہ الرحمۃ کے پہلو میں کی گئی۔

☆☆☆☆☆

الحمد للہ رب العلمین
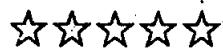
وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد والہٖ وصحبہٖ وسلم تسلیمًا کثیرًا

امابعد!

یہ مختصر سے کلمات علم کے معنیٰ اور علم کی اقسام: علم نافع (نفع بخش علم) اور علم غیر نافع (جو علم نفع بخش نہیں ہے) اور مذموم (قابلِ مذمت) علم کے بارے میں ہیں، علاوہ ازیں میں نے اِس میں اس بات پر بھی تنبیہ کی ہے کہ گزشتہ بزرگوں (اسلاف) کا علم، بعد میں آنے والوں کے علم پر فضیلت رکھتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اُسی پر توکل ہے اور نیکی کی توفیق اور گناہ سے بچنے کی قوت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

☆☆☆☆☆
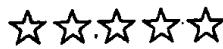
علم کا معنیٰ واقسام

یہاں سے علم کا معنیٰ اور اُس کی اقسام: علم نافع وغیر نافع وغیرہ اور ان کے متعلق قرآن وحدیث میں جو جو بیان ہوا، اُس میں سے بعض چیزوں کو بیان کیا جائے گا۔

یاد رہے! کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں بعض مقامات پر علم کو مدح (تعریف) کے مقام میں بیان فرمایا اور اس سے مراد علم نافع ہے، جبکہ بعض جگہ مذمت کی جگہ بھی علم کا ذکر فرمایا ہے اور اس سے مراد وہ علم ہے، جو غیر نافع ہے۔

علم نافع کے متعلق قرآن پاک کے ارشادات

پہلے ہم ان مقامات کا ذکر کریں گے، جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم کو مقامِ مدح میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ علم والوں کی بے علموں پر فضیلت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

(سورۃ الزمر، پارہ 23، آیت 9)

ترجمۂ کنز الایمان: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور انجان؟

اور ایک جگہ اپنی گواہی کے ساتھ اہل علم کی گواہی کا ذکر فرمایا، جس سے اہل علم کا مرتبہ و مقام واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ﴾

(سورۃ آلِ عمران، پارہ 3، آیت 18)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے۔

نیز ایک اور مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علم میں اضافے کی دعا کا حکم ارشاد فرمایا۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ (سورۃ طٰہٰ، پارہ16، آیت28)

ترجمۂ کنزالایمان: اور عرض کرو کہ اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

اور اللہ تعالیٰ نے علمائے کرام کا مرتبۂ خشیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۃ الفاطر، پارہ23، آیت28)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کا جو قصہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام چیزوں کے نام سکھائے اور پھر وہ تمام چیزیں ملائکہ کے سامنے پیش کر کے فرمایا کہ ان کے نام بتاؤ! تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی:

﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ﴾

(سورۃ البقرۃ، پارہ1، آیت32)

ترجمۂ کنزالایمان: بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں، مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔

اور قرآن پاک میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر کیا گیا کہ آپ علیہ السلام کو (خصوصی معرفت و حقیقت) کا علم سیکھنے کے لئے حضرت خضر (1) علیہ السلام کے پاس

---

(1) حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا ولی؟ اس میں علمائے کرام کا کافی اختلاف ہے، لیکن جمہور ائمہ کرام کی رائے یہ ہے کہ آپ علیہ السلام نبی ہیں۔ چنانچہ امام قرطبی علیہ الرحمۃ (المتوفی 671 ہجری) فرماتے ہیں: "الخضر نبی عند الجمھور" ترجمہ: جمہور کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ (تفسیر قرطبی، ج11، ص16، دار الکتب المصریۃ، القاہرہ)

علامہ احمد بن علی بن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ (المتوفی 852 ہجری) فرماتے ہیں: "الجمھور علی انہ نبی" ترجمہ: جمہور کے نزدیک حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج2، ص248، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جانے کا حکم ہوا، جب آپ علیہ السلام ان کے پاس پہنچے، تو ان سے فرمایا:

﴿هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا﴾ (سورۃ الکہف، پارہ 15، آیت 66)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو گے نیک بات، جو تمہیں تعلیم ہوئی۔

ان تمام آیات مبارکہ میں جس علم کا ذکر ہے، اُس سے مراد علم نافع ہے۔

☆☆☆☆☆
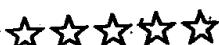
(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان القادری الحنفی الماتریدی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1340 ہجری) ارشاد فرماتے ہیں: ''سیدنا خضر علیہ السلام بھی جمہور کے نزدیک نبی ہیں اور ان کو خاص طور سے علم غیب عطا ہوا ہے۔ قال اللہ تعالی ﴿وعلمناہ من لدنا علما﴾ (ترجمۂ کنزالایمان: اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا)۔''

(فتاوی رضویہ، ج26، ص401، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اہم تنبیہ

اللہ جل شانہ نے بعض ایسی قوموں کا بھی ذکر فرمایا ہے، جن کو علم دیا گیا، لیکن ان کے علم نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ علم تو فی نفسہ نفع بخش تھا، لیکن وہ لوگ اس سے نفع نہ اٹھا سکے۔ ایسی قوم کا بیان کرتے ہوئے اللہ جل مجدہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾

(سورۃ الجمعۃ، پارہ 28، آیت 5)

ترجمۂ کنز الایمان: ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی، گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔

نیز بلعم بن باعوراء، جو بنی اسرائیل میں سے بہت بڑا عالم تھا، لیکن اس کے علم نے اسے فائدہ نہ دیا، اُس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْۤ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾

(سورۃ الاعراف، پارہ 9، آیت 175، 176)

ترجمۂ کنز الایمان: اور اے محبوب! انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں، تو وہ ان سے صاف نکل گیا، تو شیطان اس کے پیچھے لگا، تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے، مگر وہ تو زمین پکڑ گیا اور اپنی خواہش کا تابع ہوا۔

جو لوگ رشوت لے کر احکام خداوندی کو تبدیل کرتے ہیں ان کے بارے مین ارشاد ہوتا ہے۔

﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى

وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ﴾

(سورۃ الاعراف، پارہ 7، آیت 169)

ترجمۂ کنزالایمان: پھران کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے کہ کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں اور کہتے اب ہماری بخشش ہوگی اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آئے، تو لے لیں، کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں، مگر حق اور انہوں نے اسے پڑھا۔

اور ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ﴾ (سورۃ الجاثیۃ، پارہ 25، آیت 23)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔

اس تاویل پر کہ جو بعض نے کی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہ کرنے کا ارادہ فرمایا، اُس کے پاس علم ہو، تو وہ علم اس کے لئے گمراہی کا سبب ہوگا۔

ان تمام آیاتِ مقدسہ میں جس علم کا تذکرہ ہے، وہ فی نفسہ تو نفع بخش ہونے کے باوجود صاحبِ علم کے حق میں نفع بخش نہیں۔

☆☆☆☆☆

علم غیر نافع کے متعلق قرآن پاک کے ارشادات

اب ہم ان مقامات کا ذکر کرتے ہیں، جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے علم کو مذمت کی جگہ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جادو کا علم سیکھنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ (سورۃ البقرۃ، پارہ 1، آیت 102)

ترجمۂ کنز الایمان: اور وہ سیکھتے ہیں جو انہیں نقصان دے گا، نفع نہ دے گا اور بیشک ضرور انہیں معلوم ہے کہ جس نے یہ سودا لیا، آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

اور اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (سورۃ المؤمن، پارہ 24، آیت 83)

ترجمۂ کنز الایمان: تو جب ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لائے، تو وہ اسی پر خوش رہے جو ان کے پاس دنیا کا علم تھا اور انہیں پر الٹ پڑا جس کی ہنسی بناتے تھے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

(سورۃ الروم، پارہ 21، آیت 7)

ترجمۂ کنز الایمان: جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور وہ آخرت سے پورے بے خبر ہیں۔

ان تمام آیات میں جس علم کا تذکرہ ہے اس سے مراد علم غیر نافع ہے۔

احادیث مبارکہ سے علم کی ان دو اقسام کا ثبوت

متعدد احادیثِ طیبہ سے بھی علم کی اس تقسیم: نافع اور غیر نافع کا ثبوت ملتا ہے نیز

احادیث سے علم نافع کی دعا مانگنا اور علم غیر نافع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا ثابت ہے۔

صحیح مسلم (1) میں حضرت سیدنا زید بن ارقم (2) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے:

"اللھم انی اعوذ بك من علم لا ینفع ومن قلب لا یخشع ومن نفس لا تشبع ومن دعوۃ لا یستجاب لھا" (صحیح مسلم، ج4، ص2088، دار احیا التراث، بیروت)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے، جو فائدہ نہ دے اور ایسے دل سے، جس میں خشوع نہ ہو اور ایسی جان سے، جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے، جو قبول نہ ہو۔ (3)

---

(1) "صحیح مسلم" حدیث پاک کی مشہور و معتبر کتب میں سے ایک ہے، جو امام مسلم بن حجاج قشیری علیہ الرحمۃ کی کتاب ہے اور آپ علیہ الرحمۃ حدیث کے بہت بڑے امام، حافظ اور کثیر التصانیف بزرگ ہیں۔ 204 ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنے دور کے مشاہیر بزرگوں مثلاً احمد بن یونس الیر بوعی واسماعیل بن ابی اویس وسعید بن منصور وعون بن سلام وامام احمد بن حنبل علیہم الرحمۃ وغیرہم سے احادیث روایت کیں اور امام ترمذی، عبدالرحمن بن ابی حاتم کثیر ائمہ کرام رحمہم اللہ السلام نے آپ علیہ الرحمۃ سے احادیث روایت کی ہیں۔ 261 ہجری میں وفات پائی اور آپ علیہ الرحمۃ کا مزار شریف مرجع زائرین ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص125، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) آپ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عمر یا ابو عامر ہے، پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ 17 غزوات میں شریک ہوئے، آپ سے کئی احادیث طیبہ مروی ہیں، 66 یا 68 ہجری میں وفات پائی۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج2، ص488، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(3) امام محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی علیہ الرحمۃ (المتوفی 516 ہجری) نے اس حدیث پاک کے متعلق فرمایا: "ھذا حدیث صحیح" ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

(شرح السنۃ، ج5، ص159، المکتب الاسلامی، بیروت)

اس حدیث پاک کو اصحاب سنن نے متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔
اور بعض روایتوں میں "من دعوۃ لا یستجاب لھا" کی جگہ درج ذیل الفاظ ہیں:
"من دعاء لا یسمع" (ترمذی، ج5، ص519، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)
ترجمہ: ایسی دعا سے اللہ کی پناہ، جو سنی نہ جائے (اس کا مآل بھی وہی ہے کہ جو دعا قبول نہ کی جائے)۔(1)
اور بعض میں یہ الفاظ ہیں:
"اعوذبك من من هؤلاء الاربع"
(ترمذی، ج5، ص519، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)
ترجمہ: میں ان چار باتوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔
امام نسائی علیہ الرحمۃ (2) نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (3) سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے:
"اللھم انی اسئلك علما نافعا واعوذبك من علم لا ینفع"
(السنن الکبریٰ للنسائی، ج7، ص205، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

---

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 279 ہجری) اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "ھذا حدیث حسن صحیح غریب" ترجمہ: یہ حدیث حسن، صحیح، غریب ہے۔
(ترمذی، ج5، ص519، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)
(2) حضرت ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی علیہ الرحمۃ حدیث کے بہت بڑے امام ہیں اور ماہ صفر المظفر بروز پیر 303 ہجری میں 88 سال کی عمر پا کر وصال فرمایا۔
(فتح المغیث، ج4، ص342، مکتبۃ السنۃ، المصر)
(3) آپ رضی اللہ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں، آپ کا نام مع نسب "جابر بن عبد اللہ بن عمرو بن حرام" ہے اور بہت بڑے فقیہ اور مدینہ منورہ کے مفتی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کثیر علم نافع حاصل کیا، بیعتِ عقبہ میں حاضر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا 78 ہجری میں وصال ہوا۔
(تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص35، 36، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں اور علم غیر نافع سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔(1)

امام ابن ماجہ علیہ الرحمۃ (2) نے ایک روایت نقل کی، جس کے الفاظ یہ ہیں:
''سلوا اللہ علما نافعا و تعوذوا باللہ من علم لا ینفع''

(سنن ابن ماجہ، ج2، ص1263، دار احیاء الکتب العربیۃ، بیروت)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے علم نافع مانگو اور علم غیر نافع سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔(3)

امام ترمذی علیہ الرحمۃ (4) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (5) سے روایت نقل کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(1) مجمع الزوائد میں ہے: ''اسنادہ حسن'' ترجمہ: اس حدیث کی سند درجۂ حسن میں ہے۔
(مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج10، ص182، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

(2) آپ علیہ الرحمۃ حدیث کے امام، حافظ کبیر ہیں، آپ کا نام مع نسب ''محمد بن یزید قزوینی بن ماجہ'' ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور آپ 209 ہجری میں پیدا ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی احادیث و دین کی خدمت میں زندگی بسر کر کے 273 ہجری میں اس دنیا سے رحلت فرمائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص155، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(3) علامہ عبد الرؤف المناوی علیہ الرحمۃ (المتوفی 1031 ہجری) نے فرمایا: ''الحدیث حسن غریب'' ترجمہ: یہ حدیث حسن غریب ہے۔ (فیض القدیر، ج4، ص108، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

(4) حضرت ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک ترمذی علیہ الرحمۃ 209 ہجری میں پیدا ہوئے، حدیث کے بہت بڑے امام، حافظ تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہی صلاحیتوں سے بھی نوازا، ائمۂ حدیث کی ایک جماعت مثل قتیبہ بن سعید، محمود بن غیلان اور محمد بن اسماعیل بخاری وغیرہم علیہم الرحمۃ آپ سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح خلق کثیر نے آپ سے روایات لیں جیسے محمد بن احمد مروزی علیہ الرحمۃ وغیرہ۔ علم حدیث میں کئی تصانیف یادگار چھوڑیں اور 279 ہجری، 13 رجب المرجب بروز پیر علاقہ ''ترمذ'' میں وفات پائی۔ (جامع الاصول، ج1، ص193، مکتبہ دار البیان)

(5) آپ رضی اللہ عنہ جلیل القدر اور کثیر الروایت صحابی ہیں (حتی کہ صحابہ میں آپ کی مرویات

''اللھم انفعنی بما علمتنی وعلمنی بما ینفعنی وزدنی علما وارزقنی علما تنفعنی بہ'' (ترمذی، ج5، ص578، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

ترجمہ: اے میرے اللہ! تو نے (ماضی میں) جو علم مجھے عطا فرمایا، اس سے مجھے نفع دے اور (مستقبل میں) مجھے ایسا علم عطا فرما، جو مجھے نفع دے اور میرے علم میں اضافہ فرما اور مجھے ایسا علم عطا فرما، جس کے ذریعے تو مجھے نفع دے۔ (1)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سب سے زیادہ ہیں)، آپ کے نام کے بارے میں شدید اختلاف ہے البتہ امام حاکم علیہ الرحمۃ (المتوفی 405 ہجری) کی رائے کے مطابق اصح یہ ہے کہ آپ کا نام ''عبد الرحمن بن صخر'' ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قوتِ حافظہ کی ایسی دولت عطا فرمائی کہ جو حدیث بھی سنتے یاد رہتی، جس کا قصہ کچھ یوں ہے کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں حافظے کی کمزوری کی شکایت کی، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے چادر پھیلا کر بچھانے کا فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ نے چادر بچھا دی، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اپنے (بظاہر خالی) ہاتھ کے اشارے سے چادر میں کچھ ڈالا اور فرمایا کہ چادر سینے سے لگاؤ! آپ نے وہ چادر سینے سے لگائی، فرماتے ہیں: اس وقت سے میں کوئی چیز کبھی بھی نہیں بھولا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت بابرکت کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا حتی کہ ایسے کئی مواقع جہاں دیگر انصار و مہاجرین اپنی مصروفیات مثلاً تجارت وغیرہ کی وجہ سے غیر حاضر ہوتے وہاں آپ حاضر ہوتے۔ 57 یا 58 یا 59 ہجری میں وفات پائی۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج4، ص1770 تا 1772، دار الجیل، بیروت)

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفی 279 ہجری) اس حدیث پاک کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث غریب من ھذا الوجہ'' ترجمہ: یہ حدیث پاک اس سند سے غریب ہے۔

(ترمذی، ج5، ص578، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

لیکن اوپر ذکر کردہ آخری الفاظ ''وارزقنی علما تنفعنی بہ'' ترمذی شریف میں نہیں ہیں۔ البتہ امام نسائی علیہ الرحمۃ (المتوفی 303 ہجری) وغیرہ محدثین نے اس روایت کو ان الفاظ کی زیادتی کے ساتھ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(السنن الکبری للنسائی، ج7، ص205، موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اور امام ابونعیم علیہ الرحمۃ (1) نے حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ (2) سے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے تھے:

''اللھم انا نسئلك ایمانا دائما فرب ایمان غیر دائم وأسئلك علما نافعا فرب علم غیر نافع''

ترجمہ: اے میرے اللہ! ہم تجھ سے دائمی ایمان کا سوال کرتے ہیں کہ کئی دفعہ ایمان دائمی نہیں ہوتا (بلکہ عارضی ہوتا ہے) اور میں تجھ سے علمِ نافع کا سوال کرتا ہوں کہ کئی دفعہ علم نافع نہیں ہوتا۔ (3) (حلیۃ الاولیاء، ج6، ص179، دار الفکر، بیروت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اور امام حاکم علیہ الرحمۃ (المتوفی 405 ہجری) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ''

ترجمہ: یہ حدیث امام مسلم علیہ الرحمۃ کی شرط پر صحیح ہے، لیکن انہوں نے اسے روایت نہیں کیا۔

(المستدرک علی الصحیحین، ج1، ص690، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(1) حضرت امام ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق علیہ الرحمۃ حدیث کے عالم کبیر و حافظ اور وقت کے صوفی تھے۔ 336 ہجری میں پیدا ہوئے اور کئی تصانیف یادگار چھوڑ کر 430 ہجری میں وفات پائی اور آپ کی کتب میں حلیۃ الاولیاء زیادہ مشہور ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج3، ص195، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حضرت سیدنا ابوحمزہ انس بن مالک بن نضر بن ضمضم رضی اللہ عنہ جلیل القدر انصاری صحابی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے خادم خاص ہیں، جب نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت 10 سال تھی۔ 91، 92 یا 93 ہجری میں وصال فرمایا۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج1، ص109، دار الجیل، بیروت)

(3) حلیۃ الاولیاء میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی نہیں، بلکہ حلیۃ الاولیاء کے الفاظ یہ ہیں: ''اللھم انی اسئلك ایمانا دائما وھدیا قیما وعلما نافعا'' ممکن ہے کہ امام ابونعیم علیہ الرحمۃ نے اپنی کسی اور کتاب میں یہ حدیث ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ لکھی ہو اور متعدد محدثین نے کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اس کی ہم معنی احادیث نقل فرمائی ہیں۔ (واللہ اعلم ورسولہ اعلم بالصواب)

امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ (1) نے حضرت سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ (2) سے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان من البیان سحرا وان من العلم جھلا''

(سنن ابی داؤد، ج4، ص303، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

ترجمہ: بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور کچھ علم جہالت ہیں۔ (3)

حضرت صعصعہ بن صوحان علیہ الرحمۃ (4) نے حدیث پاک کے اس حصے ''ان من

---

(1) حضرت ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی علیہ الرحمۃ حدیث کے بہت بڑے امام، حافظ اور کثیر کتب کے مصنف ہیں، سجستان میں پیدا ہوئے، جس وجہ سے سجستانی کہلاتے ہیں ماہ ذوالحجۃ الحرام میں 87 سال کی عمر پا کر 275 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج2، ص128، 236، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) یہ حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جلیل القدر صحابی ہیں، مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا پھر بصرہ میں سکونت پذیر ہوئے اور پھر مرو میں قیام پذیر ہوئے اور وہیں 62 یا 63 ہجری میں وصال فرمایا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر، ج71، ص377، دارالفکر، بیروت)

(3) اس سند سے یہ روایت ضعیف ہے، کیونکہ اس میں مجہول راوی ہے جیسا کہ علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمۃ (المتوفی 1031 ہجری) فرماتے ہیں: ''قال الحافظ العراقی فی اسنادہ من یجھل'' ترجمہ: اس کی سند میں مجہول راوی ہے۔

(فیض القدیر شرح جامع صغیر، ج2، ص525، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

(4) حضرت ابوطلحہ صعصعہ بن صوحان بن حجر علیہ الرحمۃ ایک اچھے خطیب اور فصاحت و بلاغت کے ماہر تھے، آپ سے کم حدیثیں مروی ہیں، البتہ ثقہ ہیں اور آپ کا شمار اصحاب حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجھہ الکریم میں ہوتا ہے۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے ہی میں مسلمان تو ہو چکے تھے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زیارت وملاقات ثابت نہیں۔ علامہ ابن عبدالبر علیہ الرحمۃ (المتوفی 463 ہجری) نے آپ کے صحابی ہونے پر جزم فرمایا ہے۔ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں کوفہ میں فوت ہوئے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ج2، ص717، دارالجیل، بیروت) (الطبقات الکبری لابن سعد، ج6، ص244، دارالکتب العلمیۃ، بیروت) (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج3، ص348، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

العلم جهلا'' کی وضاحت یہ کی ہے کہ ''بعض اوقات عالم ایسے امر کے بارے میں تکلف کے ساتھ گفتگو کرتا ہے، جس کا اسے (صحیح) علم نہیں ہوتا، جس سبب سے اس کی جہالت ثابت ہوتی ہے۔'' (معالم السنن، ج4، ص137، المطبعۃ العلمیۃ، حلب)

اس جزوِ حدیث کی ایک تشریح یہ بھی کی گئی ہے کہ ''ایسا علم، جس کا نہ تو فائدہ ہو، نہ ہی نقصان، وہ جہالت ہے، کیونکہ ایسے علم کو حاصل نہ کرنا اسے حاصل کرنے سے بہتر ہے (کہ جس میں نہ نفع ہو نہ نقصان اسے حاصل کرنے میں وقت صرف کرنا وقت ضائع کرنے کے سوا کچھ نہیں) تو جب ایسے علم کو حاصل نہ کرنا بہتر تھا، تو اسے حاصل کرنا جہالت سے بھی بُرا قرار پائے گا اور اس سے مراد جادو وغیرہ ایسے علوم ہیں، جن کا دین میں بھی نقصان ہے اور آخرت میں بھی نقصان ہے۔''

☆☆☆☆☆
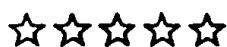
بعض وہ علومِ غیر نافعہ جن کا تذکرہ احادیث مبارکہ میں ملتا ہے

بعض علومِ غیر نافعہ کا ذکر احادیث طیبہ میں ملتا ہے اور اُن کی تشریح حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے منقول ہے۔ اب ان علوم کا احادیث نبویہ کے حوالے سے مختصر ساذکر کیا جائے گا۔

علم الانساب (1)

مراسیل ابی داوٗد میں حضرت زید بن اسلم علیہ الرحمۃ (2) سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی گئی کہ فلاں شخص کیا ہی اچھا عالم ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: کس وجہ سے؟ تو عرض کی: اس لئے کہ وہ لوگوں

(1) کشف الظنون میں علم انساب کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے: "هو علم يتعرف منه أنساب الناس وقواعده الكلية والجزئية" ترجمہ: علم انساب سے مراد ایسا علم ہے، جس سے لوگوں کے نسب کی معلومات حاصل کی جاتی ہے اور اس کے قواعد کلیہ و جزئیہ جانے جاتے ہیں۔ (کشف الظنون، ج1، ص178، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) آپ علیہ الرحمۃ تابعی بزرگ ہیں۔ نام زید بن اسلم اور کنیت ابو حمزہ ہے، کثیر احادیث کے راوی اور ثقہ، فقیہ ہیں، 125 ہجری میں آپ کا مدینہ طیبہ میں وصال ہوا۔

(اسعاف المبطا برجال المؤطا، ص111، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

(الطبقات الکبری لابن سعد، 315، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

زید بن اسلم علیہ الرحمۃ تابعی اور ثقہ ہیں، لہٰذا بغیر واسطہ صحابی کے حدیث بیان کرنے کی وجہ سے مذکورہ روایت مرسل ہے اور اہل علم پر مخفی نہیں کہ ثقہ راوی کی مرسل حدیث قابلِ قبول ہوتی ہے۔ (منہ عفی عنہ)

کے انساب (نسب کی جمع ہے) کی معلومات رکھتا ہے، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"علم لا ینفع وجهالة لا تضر" (تحفة الاشراف، ج 13، ص 197، المکتب الاسلامی)

(الجامع فی الحدیث لابن وھب، ص 73، دار ابن الجوزی، الریاض)

ترجمہ: علم انساب ایسا علم ہے، جسے حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اور اگر اسے نہ سیکھیں، تو کوئی نقصان نہیں۔(1)

امام ابو نعیم علیہ الرحمۃ (المتوفی 430 ہجری) نے اس حدیث پاک کو اپنی کتاب "ریاضۃ المتعلمین" (2) میں بقیہ (3) سے، انہوں نے ابن جریج (4) سے، انہوں نے عطا (5) سے اور انہوں نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

---

(1) مراسیل ابی داؤد میں یہ روایت تلاش کے باوجود بھی نہیں ملی البتہ تحفۃ الاشراف میں مراسیل کے حوالے سے اسے درج کیا گیا ہے۔ (واللہ (تعالیٰ) اعلم ورسولہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلم بالصواب)

(2) یہ کتاب نہیں مل سکی۔ (واللہ (تعالیٰ) اعلم ورسولہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلم بالصواب)

(3) یہ "بقیہ بن ولید" ہیں، حدیث کے امام، محدث اور حافظ ہیں اور کنیت ابو محمد ہے۔ امام نسائی وغیرہ علماء حدیث نے انہیں ثقہ قرار دیا، مدلس ہیں، لیکن علماء فرماتے ہیں کہ اگر ثقہ سے تدلیس کریں تو ان کی روایت مقبول ہے۔ 197 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 212، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(4) ابن جریج سے مراد "عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اموی" ہیں۔ امام فقیہ اور ثقہ راوی ہیں۔ مدلس ہیں۔ 150 ہجری میں فوت ہوئے۔

(خلاصہ تھذیب الکمال، 244، مکتبہ المطبوعات الاسلامیۃ، بیروت)

(5) ان سے مراد "عطاء بن یسار" ہیں، جو ام المؤمنین حضرت سیدتنا میمونہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ ثقہ ہیں۔ اور کثیر احادیث طیبہ کے راوی ہیں۔ 103 یا 104 ہجری میں فوت ہوئے۔ ان کی سن وفات میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ (طبقات الحفاظ للسیوطی، ص 41، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام نے کسی کے علم کو سراہا، تو نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے استفسار پر صحابہ کرام نے اس کی وجہ یہ عرض کی کہ یہ عرب کے انساب کا اور اشعار کا علم سب سے زیادہ رکھتا ہے اور جس میں عرب مختلف ہیں ان کا علم زیادہ رکھتا ہے۔ (تو اس پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس علم کے سیکھنے کا نہ تو فائدہ ہے اور نہ ہی اس سے جاہل رہنے کا کوئی نقصان ہے۔) اور "ریاضۃ المتعلمین" کی اس مذکورہ روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"العلم ثلاثة وما خلاهن فهو فضل: آية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة"

ترجمہ: تین چیزوں کے علم کے سوا تمام علوم فاضل و زائد ہیں۔ وہ تین علوم یہ ہیں: (1) محکم آیت کا علم (2) ثابت سنت کا علم (3) اور عادل فرائض کا علم۔

حدیث پاک کے اس آخری حصے کو امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ (المتوفی 275 ہجری) اور امام ابن ماجہ علیہ الرحمۃ (المتوفی 273 ہجری) نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (1) سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(1) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جلیل القدر فقیہ و مجتہد صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر احادیث مبارکہ مروی ہیں حتی کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی روایات مجھ سے بھی زیادہ ہیں (لیکن تحقیق یہ ہی ہے کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مروی احادیث مبارکہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ ہیں۔) 63 یا 65 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کی سن وفات میں اور بھی اقوال ہیں۔

(تھذیب التھذیب، ج5، ص337، 338، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ، الھند)

"العلم ثلاثة و(1) ما سوا ذالك فهو فضل: آية محكمة او سنة قائمة او فريضة عادلة" (سنن ابن ماجہ، ج1، ص21، دار احیاء الکتب العربیۃ)

ترجمہ: مفہوم اوپر گزر چکا۔ (سنن ابی داؤد، ج3، ص351، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد الافریقی ہے اور اس میں ضعف مشہور ہے۔ (2)

البتہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ نسب کے متعلق اتنا علم ہونا ضروری ہے، جس سے آدمی اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی (اچھا سلوک) رکھ سکے (3) کہ حدیث پاک میں اس قدر نسب کا علم سیکھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل (4) علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) اور امام ترمذی علیہ الرحمۃ

---

(1) ابوداؤد شریف کی رویت میں "وما سوا ذالك" ہے جبکہ سنن ابن ماجہ کی روایت میں "فما وراء ذالك" کے الفاظ ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

(2) مختصر تلخیص الذہبی میں ہے: "حدیث ضعیف" ترجمہ: یہ حدیث ضعیف ہے۔
(مختصر تلخیص الذہبی، 6، ص3068، دار العاصمۃ، الریاض)

(3) صدر الشریعۃ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1367 ہجری) فرماتے ہیں: "صلۂ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کرنا۔ ساری اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلۂ رحم واجب ہے اور قطع رحم حرام ہے، جن رشتہ والوں کے ساتھ صلہ واجب ہے وہ کون ہیں؟ بعض علما نے فرمایا: وہ ذو رحم محرم ہیں اور بعض نے فرمایا: اس سے مراد ذو رحم ہیں، محرم ہوں یا نہ ہوں اور ظاہر یہی قول دوم ہے۔ احادیث میں مطلقاً رشتہ والوں کے ساتھ صلہ کرنے کا حکم آتا ہے، قرآن مجید میں مطلقاً ذوی القربیٰ فرمایا گیا، مگر یہ بات ضرور ہے کہ رشتہ میں چونکہ مختلف درجات ہیں، صلۂ رحم کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ والدین کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے، ان کے بعد ذو رحم محرم کا، ان کے بعد بقیہ رشتہ والوں کا علیٰ قدر مراتب۔"
(بہار شریعت، ج3، حصہ 16، ص558، 559، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(4) حضرت ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی المروزی البغدادی علیہ الرحمۃ ماہ ربیع الاول 164 ہجری میں پیدا ہوئے اور حدیث کے بہت بڑے امام اور حافظ بنے، اپنے دور کے مشاہیر محدثین

(المتوفی 279 ہجری) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم''

(مسند امام احمد بن حنبل، ج14، ص456، موسسۃ الرسالۃ بیروت) (ترمذی، ج4، ص351، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

ترجمہ: اپنے نسب کا علم سیکھو جس سے تم اپنے رشتہ داروں کے درمیان صلہ رحمی کرو۔ (2)

☆☆☆☆☆
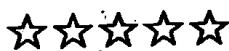
(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) مثلاً امام شافعی، یحییٰ بن قطان، ابراہیم بن احمد صنعانی علیہم الرحمۃ وغیر ہم سے احادیث روایت کیں اور وقت کے ائمۂ حدیث مثلاً امام بخاری، امام مسلم امام ابوداؤد علیہم الرحمۃ وغیر ہم نے آپ علیہ الرحمۃ سے احادیث مبارکہ روایت کیں۔ 77 سال عمر پا کر جمعہ کے دن ماہ ربیع الاول میں 241 ہجری میں وفات پائی۔

(مغانی الاخیار، ج1، ص36، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

☆ آپ علیہ الرحمۃ مجتہد و صاحب مذہب ہیں، فقہ حنبلی آپ کی طرف ہی منسوب ہے اور کئی اکابرِ دین آپ کے پیروکار گزرے حتی کہ پیرانِ پیر غوث اعظم دستگیر حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرّہ النورانی بھی فقہی حوالے سے آپ کے مقلد ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

(2) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفی 279 ہجری) اس حدیث پاک کے متعلق فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث غریب من ھذا الوجه'' ترجمہ: اس سند سے یہ حدیث غریب ہے۔

(ترمذی، ج4، ص351، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

اور امام حاکم علیہ الرحمۃ (المتوفی 405 ہجری) اس حدیث پاک کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث صحیح الاسناد'' ترجمہ: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

(المستدرک علی الصحیحین، ج4، ص178، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

علم النجوم ومنازل القمر (1)

ابن زنجویہ علیہ الرحمۃ (2) نے ایک دوسرے طریق سے حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا:

تعلموا من انسابکم ما تصلون به ارحامکم ثم انتهوا وتعلموا من العربیة ما تعرفون به کتاب اللہ ثم انتهوا وتعلموا من النجوم ما تهتدون به فی ظلمات البر والبحر ثم انتهوا۔ (شعب الایمان، ج3، ص238، مکتبۃ الرشد، الریاض)

ترجمہ: اتنا علم انساب سیکھو جس سے تم صلہ رحمی کرسکو پھر (مزید سیکھنے سے) رک

(1) کشف الظنون وغیرہ کتب میں علم نجوم کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی گئی ہے: ''وھو علم یعرف به الاستدلال إلی حوادث عالم الکون والفساد بالتشکیلات الفلکیة'' ترجمہ: اس سے مراد ایسا علم ہے جس کے ذریعے اجرام فلکیہ کی تشکیلات سے عالم میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات وحوادث کی پیشین گوئی کی جاتی ہے۔ (کشف الظنون، ج2، ص1930، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

الانوا لابن قتیبہ میں ہے: ''منازل القمر ثمانیة وعشرون منزلا ینزل القمر کل لیلة بمنزل منها'' ترجمہ: چاند کی 28 منزلیں ہیں، ہر رات ایک منزل میں چاند اترتا ہے۔ (اور منجمین چاند کی ہر منزل کے اعتبار سے سعد ونحس کا باطل نظریہ رکھتے ہیں)۔ (الانواء فی مواسم العرب لابن قتیبۃ، ص4)

شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتیٔ اعظم ہند محمد مصطفی رضا خان علیہ الرحمۃ (المتوفی 1402ہجری) فرماتے ہیں: ''علماء تعلیم و تعلّم نجوم فوق الحاجۃ (یعنی حاجت سے زائد علم نجوم سیکھنے اور سکھانے) کو حرام فرماتے ہیں، اتنی مقدار کو جائز بتاتے ہیں، جس سے وقت، جہتِ قبلہ، حسابِ اوقات، مہینوں اور برسوں کا حساب معلوم ہو، اس سے زائد کو جائز نہیں بتاتے۔'' (فتاوی مصطفویہ، ص432، شبیر برادرز، لاہور)

(2) حضرت حمید بن مخلد بن قتیبہ المعروف ابن زنجویہ علیہ الرحمۃ امام کبیر، حافظ اور ثقہ ہیں۔ کئی کتب مثلا الاموال اور الترغیب فی فضائل الاعمال وغیرہ کے مصنف ہیں۔ 247 ہجری میں فوت ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج9، ص438، دار الحدیث، القاہرہ)

جاؤ اور عربی اس قدر سیکھو جس سے تم قرآن کا علم سیکھ سکو پھر (اس سے زیادہ عربی سیکھنے سے) رک جاؤ اور علم نجوم اتنا سیکھو جس سے تم برّی (خشکی) اور بحری (سمندری) علاقے کی تاریکیوں میں ہدایت حاصل کر سکو پھر مزید سیکھنے سے رک جاؤ۔

اس روایت میں ابن لہیعہ (1) راوی ہے۔

اور علامہ ابن زنجویہ علیہ الرحمۃ (المتوفی 247 ہجری) نے نعیم بن ابی ہند علیہ الرحمۃ (2) سے بھی ایک روایت نقل کی کہ خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تعلموا من النجوم ما تهتدون به في بركم وبحركم ثم امسكوا وتعلموا من النسبة ما تصلون (به) ارحامكم و تعلموا ما يحل لكم من النساء وما يحرم عليكم ثم انتهوا (تفسیر در منثور، ج3، ص328، دار الفکر بیروت)

ترجمہ: نجوم (ستاروں) کا علم اتنا سیکھو جس سے تم برّی (خشکی) اور بحری (سمندری) علاقے میں رہنمائی حاصل کر سکو پھر مزید سیکھنے سے رک جاؤ اور اتنا علم انساب سیکھو جس سے تم صلہ رحمی کر سکو پھر (مزید سیکھنے سے) رک جاؤ اور اس بات کا علم سیکھو کہ کون سی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں اور کون سی حرام ہیں پھر (اس سے زیادہ سے) رک جاؤ۔(3)

---

(1) عبداللہ بن لہیعہ بن عقبہ ضعیف راوی ہے۔ سن وفات 174 ہجری ہے۔

(الضعفاء والمتروکون، 64، دار الوعی، حلب)

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج5، ص182، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، ہند)

(2) نعیم بن ابی ہند اشجعی کوفی علیہ الرحمۃ کئی احادیث کے راوی اور ثقہ ہیں، جب کوفہ پر خالد بن عبداللہ قسری کی بادشاہی تھی اُس دور میں 115 ہجری میں آپ فوت ہوئے۔

(الطبقات الکبری، ج6، ص306، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(الثقات لابن حبان، ج7، ص536، دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، دکن، ہند)

(3) ابن زنجویہ علیہ الرحمۃ (المتوفی 247 ہجری) کی مطبوعہ کتب میں یہ روایت نہیں مل سکی۔ البتہ علامہ

مسعر (1) نے محمد بن عبید اللہ (2) سے روایت کیا کہ حضرت خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''تعلموا من النجوم ما تعرفون به القبلة والطريق''

ترجمہ: نجوم کا اتنا علم سیکھو جس سے تم سمتِ قبلہ اور راستوں کی پہچان حاصل کر سکو۔(3)

امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ (4) اتنا علم نجوم سیکھنے میں کسی قسم کا حرج نہیں جانتے تھے، جس سے (راستے اور قبلہ کی) ہدایت مل سکے۔ (حلیۃ الاولیاء، ج 4، ص 225، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جلال الدین سیوطی شافعی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے اپنی تفسیر ''درمنثور'' میں ان الفاظ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان نقل کیا ہے: ''تعلموا من النجوم ما تهتدون به في بركم وبحركم ثم امسكوا فإنها والله ما خلقت إلا زينة للسماء ورجوما للشياطين وعلامات يهتدى بها وتعلموا من النسبة ما تصلون به أرحامكم وتعلموا ما يحل لكم من النساء ويحرم عليكم ثم امسكوا'' (تفسیر درمنثور، ج 3، ص 328، دار الفکر، بیروت)

(1) مسعر بن کدام بن ظہیر بن حارث کوفی ہلالی علیہ الرحمۃ عامری حدیث کے ائمہ میں سے ایک ہیں۔ 153 یا 155 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تہذیب التہذیب، ج 10، ص 113، 115، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ، الہند)

(2) ان کے حالات نہیں مل سکے۔ (منہ عفی عنہ)

(3) خود مصنف علیہ الرحمۃ کی کتب میں تو یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ ملی ہے، لیکن اور کتب میں نہیں ملی۔ (تفسیر ابن رجب حنبلی، ج 1، ص 612، دار العاصمة، المملكة العربية السعودية) (فتح الباری لابن رجب حنبلی، ج 3، ص 69، مكتبة الغرباء الأثرية المدينة النبوية)

(4) ابراہیم بن یزید بن قیس النخعی 50 ہجری میں پیدا ہوئے، محدث وفقیہ وثقہ راوی ہیں، اکثر ارسال کرتے ہیں، لیکن ائمہ حدیث کے نزدیک آپ کی مراسیل مقبول ومعتبر ہیں۔ 46 سال کی عمر پا کر 195 یا 196 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، ج 1، ص 178، مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند) (الثقات لابن حبان، ج 4، ص 8، دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن، الهند)

امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق (1) علیہما الرحمۃ نے منازلِ قمر سیکھنے کی رخصت دی ہے۔ اسے حضرت حرب علیہ الرحمۃ (2) نے ان دونوں حضرات سے نقل کیا ہے۔

اور امام اسحاق علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 238 ہجری) نے اس بات کا اضافہ فرمایا ہے کہ نجوم کے نام سیکھنے میں بھی حرج نہیں، جس سے ہدایت حاصل کی جا سکے۔

حضرت قتادہ علیہ الرحمۃ (3) نے منازلِ قمر سیکھنے کو مکروہ قرار دیا اور ابن عیینہ علیہ الرحمۃ (4) نے اس میں رخصت نہیں دی۔ ان دونوں کا یہ مؤقف حضرت حرب علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 280 ہجری) نے نقل کیا ہے۔

امام طاؤس علیہ الرحمۃ (5) نے فرمایا: ''کئی نجوم میں نظر کرنے والے اور حروفِ

---

(1) اسحاق بن ابراہیم بن مخلد المعروف ابن راہویہ علیہ الرحمۃ 161 ہجری میں پیدا ہوئے، مجتہد و محدث تھے، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث قرار دیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو حفظ وتقوی و ورع جیسی عظیم دولت سے نوازا تھا۔ 238 ہجری میں فوت ہوئے۔

(طبقات الحفاظ للسیوطی، ص 191، 192، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حرب بن اسماعیل کرمانی فقیہ، حافظ ہیں، امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے مقلد اور آپ کے اصحاب میں سے ہیں۔ 280 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج 2، ص 141، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(3) ابو الخطاب قتادہ بن دعامہ بن عزیز السدوسی البصری علیہ الرحمۃ 60 ہجری میں پیدا ہوئے، ثقہ ہیں، تابعی بزرگ اور بڑے عالم تھے۔ 117 ہجری واسط کے مقام پر فوت ہوئے۔ (وفیات الاعیان، ج 4، ص 85، دار صادر، بیروت)

(4) شیخ الاسلام علامہ ابو محمد سفیان بن عیینہ بن میمون الہلالی الکوفی ثقہ اور حدیث کے بہت بڑے امام ہیں اور حافظ، تقوی و ورع میں اپنی مثال آپ تھے، تدلیس کرتے ہیں، لیکن آپ کی مدلس روایت بھی مقبول ہے، کیونکہ آپ ثقات سے تدلیس کرتے ہیں اور ائمہ حدیث آپ کی روایت کے حجت ہونے پر متفق ہیں۔ 198 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 194، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(5) ابو عبد الرحمٰن طاؤس بن کیسان الیمانی الجندی تابعی ہیں کئی صحابہ کرام سے احادیث سماعت کیں، مکہ مکرمہ میں یوم ترویہ سے پہلے 106 ہجری میں فوت ہوئے، آپ کی نماز جنازہ خلیفہ ہشام بن عبد الملک نے پڑھائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 70، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

ابجد سیکھنے والے ایسے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی حصہ نہیں۔"

اور حمید بن زنجویہ علیہ الرحمۃ (المتوفی 247ہجری) نے اس روایت کو امام طاؤس علیہ الرحمۃ (المتوفی 106ہجری) سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس ممانعت والی روایت کا محمل تاثیر ہے (یعنی ستاروں کو مؤثر ماننا منع ہے اور انہیں مؤثر حقیقی ماننا تو کفر ہے، لیکن یہ کسی مسلمان سے متصور نہیں) اور علم تسییر (یعنی ستاروں کی چال کے ذریعے وقت وجہات کو معلوم کرنا، اس) کی ممانعت نہیں ہے، علم تاثیر حرام ہے اور اس بارے میں امام ابوداؤد علیہ الرحمۃ (المتوفی 275ہجری) نے ایک حدیث پاک نقل فرمائی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من اقتبس شعبۃ من النجوم فقد اقتبس شعبۃ من السحر"

(سنن ابی داؤد، ج4، ص15، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

ترجمہ: جس نے علم نجوم کا کوئی شعبہ (حصہ حاصل) کیا، اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا۔(1)

حضرت سیدنا قبیصہ رضی اللہ عنہ (2) سے روایت ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"العیافۃ والطیرۃ والطرق من الجبت"

(سنن ابی داؤد، ج4، ص16، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

ترجمہ: (مستقبل میں کسی معاملے کے بارے میں اچھائی یا برائی کا تعین کرنے کے

---

(1) حدیث صحیح الاسناد ہے۔ (تخریج احادیث الاحیاء، ص1460، دار ابن حزم، بیروت)

(2) حضرت قبیصہ بن مخارق بن عبد اللہ العامری الہلالی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔ ابو عثمان نہدی، ابو قلابہ اور آپ کے بیٹے قطن بن قبیصہ نے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔

(اسد الغابۃ، ج4، ص365، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

لئے) پرندہ اڑانا اور بدشگونی لینا اور لکیر کھینچ کر فال نکالنا شیطانی کام یا کہانت میں سے ہے۔(1)

''العیافۃ'' سے مراد پرندے کو اڑانا ہے اور ''الطرق'' سے مراد زمین پر لکیر کھینچنا ہے۔

☆☆☆☆☆
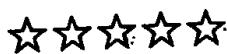
(1) علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمۃ (المتوفی 1031) نے امام نووی علیہ الرحمۃ (المتوفی 676 ہجری) کے حوالے سے اس روایت کے متعلق فرمایا: ''اسنادہ حسن'' اس کی سند درجۂ حسن میں ہے۔

(فیض القدیر، ج4، ص395، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر)

علم نجوم کی تاثیر ماننے کا حکم؟

علم نجوم کی تاثیر ماننا (کہ فلاں ستارہ فلاں برج پر پہنچے گا، تو وہ گھڑی بڑی سعادت کی ہوگی یا فلاں کے لئے اس میں بڑی نحوست ہے وغیرہ وغیرہ) باطل اور حرام ہے اور اس کے مقتضیٰ پر عمل کرنا جیسے ستاروں کی عبادت یا جو چیز خاص اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے قربت و عبادت کے طور پر کی جاتی ہے، اسے ستاروں کے لئے قربت کے طور پر کرنا، کفر ہے۔

البتہ علم تسییر (یعنی ستاروں کی چال کی معلومات) اتنا سیکھنا کہ جس سے ضروری و حاجت کی چیزوں کے بارے میں رہنمائی حاصل کر سکے، جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے جیسے جہتِ قبلہ اور راستوں کی معلومات وغیرہ اور اس سے زائد کی حاجت نہیں، لہٰذا مزید سیکھنا، اس سے اہم کام سے غفلت کا سبب ہوگا۔

یاد رہے! بعض اوقات اس میں تدقیق (باریکی اور گہرائی میں جانا) مسلمانوں کی جنگوں کے بارے میں بدگمانی کی طرف لے جاتا ہے جیسا کہ اس فن کے جاننے والوں میں بہت سوں سے یہ بات واقع ہوئی ہے اور اس علم میں تدقیق صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کی نمازوں میں (جہتِ قبلہ کے حوالے سے) ان سے خطاء کے سرزد ہونے کی بداعتقادی کی طرف لے جاتا ہے، حالانکہ یہ باطل محض ہے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241ہجری) نے جدی (علم نجوم کے اعتبار سے دسواں برج) کے ساتھ استدلال کرنے کا رد فرمایا ہے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے:

"ما بین المشرق والمغرب قبلة"

(جامع ترمذی، ج2، ص173، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔مصر)

ترجمہ: مشرق سے مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔(1)

یعنی جہت قبلہ وغیرہ کی تعیین میں جدی اور اس کی مثل ستاروں کا اعتبار نہیں۔

جب حضرت کعب الاحبار علیہ الرحمۃ (2) نے یہ فرمایا کہ

''ان الفلك یدور''

ترجمہ: آسمان ایک مدار میں حرکت کررہا ہے۔(3)

---

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 279 ہجری) نے اس حدیث پاک کے متعلق فرمایا: ''هذا حديث حسن صحيح'' ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(جامع ترمذی، ت 2، ص 173، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی. مصر)

(2) حضرت ابو اسحاق کعب بن ماتع الحمیری المعروف کعب الاحبار علیہ الرحمۃ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے، امیر المؤمنین، خلیفہ اوّل بلافصل حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلام قبول کیا، صحابہ کرام سے قرآن وسنت کا علم حاصل کیا اور 32 ہجری میں فوت ہوئے۔

(الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ج 5، ص 481 تا 484، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(3) آسمان اور زمین، دونوں ساکن (ایک جگہ ٹھہرے) ہوئے ہیں، جو لوگ انہیں متحرک مانتے ہیں غلطی پر ہیں، کیونکہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا﴾ (سورۃ الفاطر، پارہ 22، آیت 41)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں۔

ہوسکتا ہے کہ آسمان کو متحرک ماننا بنی اسرائیل کی اختراعات میں سے ہو اور یہ بات پہلے ہی سے آپ کے ذہن میں ہو اور اس وقت تک اسلامی نظریہ سے ناواقفی کی بنا پر آپ نے اسے بیان کیا ہو اور پھر آپ کو اس پر متنبہ کردیا گیا ہو (جیسا کہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا)

(واللہ (تعالیٰ) اعلم ورسولہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اعلم بالصواب)

زمین وآسمان کے ساکن ہونے کے بارے میں اسلامی اور سائنسی اعتبار سے تفصیلی دلائل کا مطالعہ کرنے کے لئے فتاوی رضویہ، ج 27 میں موجود شیخ الاسلام مجدد دین وملت امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان

توحضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (1) نے ان کے اس قول کا ردفرمایا اور امام مالک علیہ الرحمۃ (2) وغیرہ نے بھی اس قول کا ردفرمایا ہے۔

اور منجمین (علم نجوم کے ماہرین) کے اس قول کہ "شہروں میں زوال کا وقت مختلف ہوتا رہتا ہے" کا امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے ردفرمایا ہے۔

منجمین کارد کرنے کی وجوہات

بزرگوں نے علم نجوم کا یا اس کی بعض باتوں کا انتہائی ردفرمایا، اس کی مختلف وجوہات ہوسکتی ہیں، جو درج ذیل ہیں:

اول: حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس بارے میں کلام نہیں فرمایا۔

دوم: اس علم میں اشتغال بعض اوقات آدمی کو بہت بڑے فساد کی طرف لے جاتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) القادری الحنفی الماتریدی (المتوفی 1340 ہجری) کے رسائل "نزول آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان" اور "معین مبین بہر دورِ شمس وسکونِ زمین" اور "فوزِ مبین در ردِّ حرکتِ زمین" کا مطالعہ کیجئے۔

(1) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، بدر اور دیگر غزوات، میں حاضر تھے اور جب نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نعلین مقدس اتارتے، توان کی حفاظت کے لئے آپ انہیں اٹھائے رکھتے، جس کی وجہ سے "صاحب النعل" کہلاتے ہیں اور مجتہد وفقیہ ہیں۔ 32 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، ج6، ص8، مطبعۃ دائرۃ المعارف، الہند)

(2) حضرت ابو عبداللہ مالک بن انس المدنی رضی اللہ عنہ فقیہ ومحدث ہیں، تبع تابعین میں سے ہیں نیز اہل اجتہاد میں سے صاحب مذہب بزرگ ہیں، فقہ اسلامی کا مشہور ومعروف مذہب مالکی آپ ہی کے نام کی طرف منسوب ہے۔ آپ کی جلالت وعظمت پر ائمہ کا اتفاق ہے اور عالم المدینہ کہلاتے ہیں کہ ایک حدیث پاک میں آپ کے متعلق خبر دی گئی، جس میں آپ کو عالم المدینہ کا لقب نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عطا فرمایا اور علم کے ساتھ ساتھ آپ انتہائی بلند پایہ عاشق رسول بھی تھے۔ ماہ ربیع الاول 179 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تہذیب الاسماء واللغات، ج2، ص75 تا 79، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اعتراض

بعض منجمین نے اُس حدیث پاک پر اعتراض کیا ہے، جس میں فرمایا گیا: ''اللہ تعالی ہر رات کے تہائی حصہ میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے الخ'' (1)

(صحیح بخاری، ج8، ص71، دار طرق النجاۃ، بیروت)

اور مختلف شہروں میں مختلف اوقات میں رات کا تہائی حصہ آتا ہے، لہٰذا ایک ہی وقت میں ہر جگہ تہائی رات میں نزول فرمانا ممکن نہیں۔

الجواب

دین اسلام کے اصول وضوابط کے مطابق اِس اعترض کی قباحت ودناءت ایک بدیہی امر ہے اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم یا خلفاء راشدین علیہم الرضوان ایسا اعتراض کرنے والے کو سنتے، تو اُس سے مناظرہ نہ کرتے، بلکہ اس کا معاملہ آخرت کی طرف سونپ دیتے یا پھر ایسے شخص کو جھوٹے منافقین کے گروہ میں شمار فرماتے۔ (2)

---

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (التوفی 279 ہجری) نے اس حدیث پاک کے متعلق فرمایا: ''حدیث حسن صحیح'' ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی، ج2، ص، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر)

(2) اللہ تبارک وتعالیٰ جسم وجسمانیت اور تمام حوادث سے پاک ہے، بالاتفاق اہل السنۃ کا یہی عقیدہ ہے اور ایسی آیات وروایات، جن میں بظاہر جسم وغیرہ امور کا اثبات سمجھ آتا ہے (جیسے اس نزول والی روایت سے) انہیں علماء ومتکلمین اسلام نے متشابہات میں سے شمار کیا ہے اور متشابہات کی جستجو میں لگنا گمراہ لوگوں کا طریقہ ہے (جیسا کہ قرآن پاک میں بیان کیا گیا) پس یہ ایمان ہونا چاہئے کہ ان سب پر ایمان ہے اور ان کی حقیقی معنیٰ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے بتائے سے اس کے حبیب صلی اللہ علیہ والہ وسلم واقف ہیں، تو جن امور کا معنیٰ ہی واضح نہیں، اُن کے ذریعے اعتراض جہالت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

(منہ عفی عنہ)

علم الانساب وغیرہ میں اشتغال کا مطلب

اسی طرح علم الانساب میں بہت زیادہ مشغول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حاجت سے زائد علم الانساب سیکھا جائے، کیونکہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے اس کی ممانعت منقول ہے، حالانکہ صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کے ایک گروہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہیں یہ علم آتا تھا اور وہ اس کو اہم بتاتے تھے (اور اس کا محمل حاجت کا علم الانساب ہے)۔

علم العربیۃ

اور علم عربی (عربی زبان کے قواعد وضوابط) مثلاً لغت ونحو وغیرہ سیکھنے میں زیادہ مشغول ہونے کا یہ معنیٰ ہے کہ اس میں مشغولیت اس سے بھی اہم علم (جیسے فرائض وواجبات کے علم) سے غافل کردے اور اسے سیکھنا علم نافع سے محرومی کا سبب بنے۔

حضرت قاسم بن مخیمرہ علیہ الرحمۃ (1) نے علم نحو کے سیکھنے کو مکروہ قرار دیا اور فرمایا: ''علم نحو کو سیکھنے کی ابتداء یہ ہے کہ آدمی اسی میں مشغول رہتا ہے اور اس کی انتہاء یہ ہے کہ یہ انسان کو باغی بنادیتا ہے۔'' (اقتضاء العلم العمل للخطیب البغدادی، ص91، المکتب الاسلامی، بیروت)

اور ان کے اس قول کی مراد یہ ہے کہ کوئی اسی علم (نحو) میں مشغول ہوجائے اور دیگر اہم علوم سے غافل ہوجائے۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241ہجری) نے بھی لغت اور عربی سیکھنے میں زیادہ مشغول ہونے کو مکروہ قرار دیا اور ابوعبید علیہ الرحمۃ (2) کے اس میں زیادہ مشغول

---

(1) حضرت ابوعروہ قاسم بن مخیمرہ الہمدانی الکوفی علیہ الرحمۃ ثقہ فاضل اور اہل کوفہ کے صالحین میں سے ہیں، خلیفۂ مسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ کے دورِ خلافت میں فوت ہوئے۔

(معانی الاخیار، ج2، ص469، 470، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حضرت ابوعبید قاسم بن سلام البغدادی علیہ الرحمۃ ثقہ ہیں بہت سے علوم وفنون کے ماہر تھے اور ایک فقیہ اور ادیب تھے۔ 224ہجری میں فوت ہوئے۔ (معانی الاخیار، ج2، ص462، 463، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

ہونے کی وجہ سے، آپ علیہ الرحمۃ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: ''ابو عبید اس علم میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس سے اہم علم کو چھوڑ بیٹھے۔''

اسی وجہ سے کہا جاتا ہے ''العربیۃ فی الکلام کالملح فی الطعام'' ترجمہ: کلام میں عربی علوم (مثلاً نحو وغیرہ) کی حیثیت ایسی ہے جیسے نمک کی حیثیت کھانے میں ہوتی ہے یعنی علوم عربیہ اتنے ہی حاصل کئے جائیں، جس سے کلام درست ہو جائے اور اگر اس سے زیادہ سیکھا، تو خرابی پیدا ہو جائے گی (جیسا کہ کھانے میں ایک حد تک نمک کی مقدار اُسے خوش ذائقہ بناتی ہے اور اگر زیادہ مقدار میں نمک ڈالیں، تو کھانا خراب اور بد مزہ ہو جاتا ہے)۔

علم الحساب (1)

اسی طرح علم حساب ہے کہ علم الفرائض (میراث)، وصیتوں کی تقسیم کاری اور اس قسم کے دیگر اہم امور جن میں حساب کی ضرورت پیش آتی ہے، اتنا علم حساب سیکھنا، جو ان امور کی تکمیل میں معاون و نافع ہو، سیکھنا درست ہے اور اس سے زائد سیکھنے میں ذہن کو مشقت میں ڈالنے اور ذہن تیز کرنے کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں، حالانکہ اس کی حاجت نہیں، تو اس میں مشغول ہونا اہم علم سے غفلت کا سبب ہوگا۔

علوم مستحدثہ

یعنی ایسے علوم جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے زمانے کے بعد ایجاد ہوئے اور اس کے جاننے والے اس میں بہت زیادہ مشغول ہوئے اور انہیں مستقل علوم قرار دیا اور کہا: ''جو یہ علوم نہیں جانتا وہ جاہل یا معاذ اللہ گمراہ ہے'' حالانکہ ایسے تمام علوم

(1) کشف الظنون میں علم حساب کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے: ''وھو علم بقواعد یعرف بھا طرق استخراج المجھولات العددیۃ من المعلومات العددیۃ المخصوصۃ'' ترجمہ: ایسے قواعد کو جاننے کا نام علم حساب کہا جاتا ہے، جن کے ذریعے مخصوص معلوم عدد سے مجہول عدد کے استخراج کا طریقہ پہنچتا ہے۔ (کشف الظنون، ج 1، ص 664، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

بدعت ہیں (1) اور یہ ان محدثات (نئی چیزوں) میں سے ہیں، جن کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

---

(1) یہ ذہن میں رکھیں کہ بدعت کی دو اقسام ہیں: بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ۔ اس تقسیم بدعت کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ رَهْبَانِیَّةَ ﰳابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَیْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَایَتِهَاۚ فَاٰتَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْۚ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (سورۃ الحدید، پارہ 27، آیت 27)

ترجمۂ کنز الایمان: اور راہب بننا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی، ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی پھر اسے نہ نباہا جیسا اس کے نباہنے کا حق تھا، تو ان کے ایمان والوں کو ہم نے ان کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہتیرے فاسق ہیں۔

مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ (المتوفی 1367 ہجری) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدعت یعنی دین میں کسی بات کا نکالنا اگر وہ بات نیک ہو اور اس سے رضائے الٰہی مقصود ہو تو بہتر ہے، اس پر ثواب ملتا ہے، اور اس کو جاری رکھنا چاہئے ایسی بدعت کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں، البتہ دین میں بُری بات نکالنا بدعتِ سیئہ کہلاتا ہے، وہ ممنوع اور ناجائز ہے اور بدعتِ سیئہ حدیث شریف میں وہ بتائی گئی ہے جو خلافِ سنّت ہو، اس کے نکالنے سے کوئی سنّت اٹھ جائے، اس سے ہزار ہا مسائل کا فیصلہ ہو جاتا ہے، جن میں آج کل لوگ اختلاف کرتے ہیں اور اپنی ہوائے نفسانی سے ایسے امورِ خیر کو بدعت بتا کر منع کرتے ہیں جن سے دین کی تقویت و تائید ہوتی ہے اور مسلمانوں کو اخروی فوائد پہنچتے ہیں اور وہ طاعات و عبادات میں ذوق و شوق کے ساتھ مشغول رہتے ہیں ایسے امور کو بدعت بتانا قرآنِ مجید کی اس آیت کے صریح خلاف ہے۔''

(تفسیر خزائن العرفان، ص999، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور حدیث پاک سے بھی بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ کی اس مذکورہ تقسیم کی اصل ملتی ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من سن فی الإسلام سنة حسنة فله أجرها وأجر من عمل بها بعده من غير أن ينقص من أجورهم شيء ومن سن في الإسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) بعدہ من غیر أن ینقص من أوزارھم شیء''

(صحیح مسلم، ج 17، ص 213، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

ترجمہ: جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس طریقے کو ایجاد کرنے کا ثواب ہو گا اور اس کے بعد جو لوگ اُس طریقے پر عمل کریں گے ان کا ثواب بھی اس (ایجاد کرنے والے) کو ملے گا اور ان (عمل کرنے والوں) کے اپنے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی اور جس نے اسلام میں برا طریقہ ایجاد کیا تو اُس پر اِس کا گناہ ہو گا اور اِس کے بعد جو لوگ اُس پر عمل کریں گے اُن کا گناہ بھی اِسے ہو گا اور اِن (عمل کرنے والوں) کے اپنے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہو گی۔

متعدد علماء و محدثین کرام نے بھی بدعت کی ان دو اقسام کو بیان فرمایا، لیکن بطور اختصار فقط دو حوالے پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمۃ (المتوفی 855 ہجری) فرماتے ہیں: ''البدعۃ علی نوعین: إن کانت مما یندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی بدعۃ حسنۃ وإن کانت مما یندرج تحت مستقبح فی الشرع فھی بدعۃ مستقبحۃ'' ترجمہ: بدعت کی دو اقسام ہیں: جو شریعت مطہرہ میں کسی مستحسن امر کے تحت داخل ہو، ایسی بدعت، بدعت حسنہ کہلاتی ہے اور اگر کسی ایسے امر کے تحت داخل ہو، جو شریعت مطہرہ میں قبیح (برا) ہو، تو ایسی بدعت، بدعت قبیحہ (ضلالہ) کہلاتی ہے۔ (عمدۃ القاری، ج 11، ص 126، دار احیاء التراث، بیروت)

علامہ احمد ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ''والبدعۃ أصلھا ما أحدث علی غیر مثال سابق وتطلق فی الشرع فی مقابل السنۃ فتکون مذمومۃ والتحقیق أنھا إن کانت مما تندرج تحت مستحسن فی الشرع فھی حسنۃ وأن کانت مما تندرج تحت مستقبحۃ فی الشرع فھی مستقبحۃ وإلا فھی من قسم المباح'' ترجمہ: بدعت کی اصل یہ ہے کہ اس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہ ہو اور شرع مطہر میں بدعت سنت کے مقابلے میں بولی جاتی ہے اور یہ مذموم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اگر وہ نئی چیز شریعت مطہرہ میں کسی مستحسن امر کے تحت داخل ہو، ایسی بدعت، بدعت حسنہ کہلاتی ہے اور اگر کسی ایسے امر کے تحت داخل ہو، جو شریعت مطہرہ میں قبیح (برا) ہو، تو ایسی بدعت، بدعت قبیحہ (ضلالہ) کہلاتی ہے ورنہ وہ بدعت مباحہ (جائز بدعت) کہلاتی ہے۔

(فتح الباری، ج 4، ص 253، دار المعرفۃ، بیروت)

بعض ایسے امور جو (ناجائز) بدعات میں آتے ہیں، درج کئے جاتے ہیں۔

تقدیر کے بارے میں کلام (1)

انہیں بدعات میں سے ایک بدعت وہ بھی ہے جسے معتزلہ (2) نے ایجاد کیا اور وہ (بدعت) یہ ہے کہ معتزلہ تقدیر کے معاملے میں گفتگو کرتے اور اللہ تعالیٰ کے لئے امثلہ (مثالیں) پیش کرتے ہیں، جبکہ (مسئلہ تقدیر کی نزاکت کے پیشِ نظر) اس میں غور وخوض کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ (3)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) یہاں بدعت کی اقسام کو اختصار کے ساتھ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق واضح ہو اور وہ لوگ جو ہر نئی بات کو بدعت قبیحہ وضلالہ (گمراہی) کہہ دیتے ہیں ایسے لوگوں سے عوام الناس بچیں۔

نوٹ: اس بارے مین تفصیلی معلومات کے لئے علماء اہلسنت علیہم الرحمۃ کی کتب مثلا جاء الحق اور دیگر علمائے اہلسنت کی کتب کا مطالعہ نہایت ضروری اور مفید ہے۔ (منہ عفی عنہ)

(1) تقدیر کا معنی بیان کرتے ہوئے صدر الشریعۃ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1367 ہجری) فرماتے ہیں: ''ہر بھلائی، بُرائی اُس نے اپنے علمِ اَزلی کے موافق مقدّر فرمادی ہے، جیسا ہونے والا تھا اور جو جیسا کرنے والا تھا، اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ لیا، تو یہ نہیں کہ جیسا اُس نے لکھ دیا ویسا ہم کو کرنا پڑتا ہے، بلکہ جیسا ہم کرنے والے تھے ویسا اُس نے لکھ دیا۔ زید کے ذمہ برائی لکھی اس لیے کہ زید برائی کرنے والا تھا، اگر زید بھلائی کرنے والا ہوتا، وہ اُس کے لیے بھلائی لکھتا، تو اُس کے علم یا اُس کے لکھ دینے نے کسی کو مجبور نہیں کر دیا۔ تقدیر کے انکار کرنے والوں کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس اُمت کا مجوس بتایا۔'' (بہار شریعت، ج1، حصہ1، ص11،12، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) یہ ایک گمراہ فرقے کا نام ہے۔ (الملل والنحل، ج1، ص43 تا46، موسسۃ الحلبی)

(3) بہار شریعت میں ہے: ''قضا وقدر کے مسائل عام عقلوں میں نہیں آسکتے، ان میں زیادہ غور وفکر کرنا سببِ ہلاکت ہے، صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے، ماوشما کس گنتی میں...! اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثلِ پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس وحرکت نہیں پیدا کیا، بلکہ اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے، چاہے نہ کرے اور اس کے ساتھ ہی عقل

حضرت ابن حبان (1) اور امام حاکم (2) علیہما الرحمۃ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لا یزال امر ھذہ الامۃ موافیا او مقاربا مالم یتکلموا فی الولدان والقدر''

ترجمہ: اس امت کا معاملہ ہمیشہ درست اور میانہ روی والا رہے گا، جب تک وہ (مشرکین کے فوت شدہ) بچوں اور تقدیر کے بارے میں کلام نہیں کریں گے۔(3)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) بھی دی ہے کہ بھلے، بُرے، نفع، نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان اور اسباب مہیا کر دیئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بنا پر اُس پر مؤاخذہ ہے۔'' (بہار شریعت، ج1، حصہ1، ص18، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(1) حضرت ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد علیہ الرحمۃ ثقہ محدث اور بہت بڑے عالم ہیں (ابن حبان کے نام سے مشہور ہیں) حدیث، فقہ، لغت اور دیگر کئی فنون میں ماہر تھے اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ 354 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج3، ص89، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حضرت ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد نیشاپوری علیہ الرحمۃ حدیث کے بہت بڑے امام و حافظ ہیں، ماہ ربیع الاول 321 ہجری میں پیدا ہوئے، صغر سنی میں ابتداءً اپنے والد صاحب اور ماموں سے علم حاصل کیا اور پھر مختلف علماء و اساتذہ سے اکتسابِ فیض فرمایا۔ ماہ صفر 405 ہجری میں وفات پائی۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج3، ص162 تا 166، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(3) امام حاکم علیہ الرحمۃ (التوفی 405 ہجری) اس حدیث پاک کے متعلق فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث صحیح علی شرط الصحیحین'' ترجمہ: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے۔

(المستدرک، ج1، ص88، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

نوٹ: کئی کتب میں یہ حدیث پاک مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے، لیکن ''موافیا'' کے الفاظ کے ساتھ یہ روایت کسی کتاب میں نہیں ملی۔ (واللہ (تعالیٰ) ورسولہ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) اعلم بالصواب) (المستدرک، ج1، ص88، دار الکتب العلمیۃ، بیروت) (صحیح ابن حبان، ج15، ص118، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اسے موقوفاً (1) بھی روایت کیا گیا ہے اور بعض نے اس کے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے۔

امام بیہقی علیہ الرحمۃ (2) نے حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ

نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اذا ذکر اصحابی فامسکوا واذا ذکر اصحاب النجوم فامسکوا''

(المعجم الکبیر، ج10، ص198، مکتبۃ ابن تیمیہ، القاہرہ)

ترجمہ: جب میرے صحابہ (کرام) کا ذکر ہو، تو اپنی زبان روک کے رکھو (یعنی ان پر طعن نہ کرو) اور جب اصحاب نجوم (ستاروں والوں) کا ذکر کیا جائے، تو اپنی زبان روک لو۔ (3)

اس حدیث پاک کو متعدد طرق سے روایت کیا گیا، لیکن ان اسناد میں (کافی) کلام ہے اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت

---

(1) اصطلاح محدثین میں حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے قول فعل یا تقریر کو حدیث مرفوع اور کسی صحابی کے قول، فعل یا تقریر کو حدیث موقوف کہتے ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

(2) امام علامہ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ خرسانی بیہقی علیہ الرحمۃ 334 ہجری میں پیدا ہوئے، بہت بڑے محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی تھے، 458 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج18، ص164، 169، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(3) مجمع الزوائد میں ہے: ''رواہ الطبرانی وفیہ مسھر بن عبد الملک وثقہ ابن حبان وغیرھو فیہ خلاف وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح'' ترجمہ: اس حدیث پاک کو امام طبرانی علیہ الرحمۃ نے روایت کیا اور اس میں ایک راوی ''مسہر بن عبد الملک'' ہے، ابن حبان علیہ الرحمۃ وغیرہ نے اس کی توثیق فرمائی، البتہ اس کے بارے میں علماء کی رائے مختلف ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح ہیں۔

(مجمع الزوائد، ج7، ص202، مکتبۃ القدسی، القاہرہ)

بعض اسناد سے یہ روایت حسن اور بعض سے ضعیف ہے۔ (منہ عفی عنہ)

میمون بن مہران علیہ الرحمۃ (1) سے فرمایا:

”ایاك والنظر فی النجوم فانھا تدعو الی الکھانة وایاك والقدر فانه یدعو الی الزندقة وایاك وشتم احد من اصحاب محمد صلی اللہ علیہ واله و سلم فیکبك اللہ فی النار علی وجهك“

(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، ج4،ص700، دار طیبہ، السعودیہ)

ترجمہ: ستاروں میں (زیادہ) نظر کرنے سے بچو کہ یہ کہانت کی طرف لے جاتا ہے اور تقدیر کے بارے میں غور خوض سے بچو کہ یہ زندیقیت کی طرف لے جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع سے بچو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہیں اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔

امام ابو نعیم علیہ الرحمۃ (المتوفی 430ہجری) نے اسے مرفوعاً روایت کیا ہے، لیکن اسے مرفوع قرار دینا درست نہیں۔

☆☆☆☆☆

---

(1) حضرت ابو ایوب میمون بن مہران الرقی علیہ الرحمۃ ثقہ اور بہت بڑے عالم تھے، تابعی بزرگ ہیں، کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان مثلاً حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابن عمر وغیرہم رضی اللہ عنہم سے احادیث روایت کیں۔ 117ہجری میں فوت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج1،ص76، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

معاملاتِ تقدیر پر غور وخوض کی ممانعت کی وجوہات

تقدیر کے معاملات میں غور وخوض کرنے کی ممانعت کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(اول): لڑائی جھگڑے اور قرآن میں تعارض کے شبہے سے حفاظت:

تقدیر کو ثابت کرنے اور نفی کرنے والے، دونوں گروہ قرآن پاک کی آیات سے استدلال کرتے ہیں (اگرچہ نفی کرنے والے گمراہ اور ان کے دلائل تاویلاتِ باطلہ پر مشتمل اور مردود ہیں، لیکن چونکہ بظاہر قرآنی آیت سے استدلال کرتے ہیں تو) اس طرح باہم لڑائی جھگڑے کی صورت بنے گی اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور مبارک میں ایسا واقعہ پیش آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم غضبناک ہوئے اور اس میں غور وخوض سے منع فرما دیا نیز یوں تنازع کی صورت میں یہ شبہ اور وسوسہ ذہن میں آسکتا تھا کہ قرآن میں تعارض ہے، جبکہ قرآن میں کہیں تعارض نہیں، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اس میں غور وخوض سے منع فرما دیا۔

(ثانی): عقلی دلائل کا تبادلہ:

تقدیر میں غور کرنے والوں، چاہے نفی کے طور پر ہو یا اثبات کے طور پر، اُن (دونوں فریقوں) کی طرف سے عقلی اور قیاسی امور سے استدلال کئے جاتے ہیں، جو اس ممانعت کی وجہ ہے (حالانکہ عقل سے ایسے امور میں غور وفکر کرنے والا گمراہ ہو سکتا ہے) مثلاً قدریہ (1) کہتے ہیں: "اگر اللہ تعالیٰ تقدیر لکھ چکا اور ہر چیز کا فیصلہ فرما چکا ہے، تو پھر عذاب دینا ظلم ہے۔" (جبکہ ان کی عقل ہی میں فتور و کجی ہے، کیونکہ عقل سلیم کا تقاضا یہ ہے کہ وہ مالک

(1) یہ بھی ایک گمراہ فرقہ ہے اور انہیں اس امت کا مجوسی قرار دیا گیا۔ چنانچہ نبی غیب دان صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ" ترجمہ: قدریہ اس امت کے مجوسی ہیں۔

(سنن ابی داؤد، ج4، ص222، المکتبۃ العصریۃ، بیروت)

ہےاور مالک کی مرضی اپنی ملک میں جیسا چاہے تصرف کرے، اسے کون پوچھ سکتا ہے؟ اوراس قول سے قدریہ کا مقصد تقدیر کی نفی کرنا ہے۔)

اوران کے مخالفین (فرقہ جبریہ، ایک گمراہ فرقہ ہے، ان) کا کہنا ہے "اللہ تعالیٰ نے بندوں کوان کے افعال پر مجبور کیا ہے کہ بندہ تقدیر کے سامنے مجبورِ محض ہے" (اوراس سے ان کا مقصد تقدیر کو ثابت کرنا ہے، لیکن یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ کے لکھنے سے بندہ مجبورِ محض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایک طرح سے اختیار عطا فرمایا، جس وجہ سے انعام وسزا کا استحقاق ہوتا ہے جیسا کہ حاشیے میں اس کے متعلق پہلے گزرا۔)

(ثالث): تقدیر کی حقیقت پر اطلاع کا عدم امکان:

تقدیر کے اسرار ورموز کے بارے میں غور وفکر کرنے کے بارے میں امیر المؤمنین خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم رغیرہ کی طرف سے حکمِ ممانعت وارد ہوا، اس لئے کہ (عام) لوگ اس کی حقیقت پر مطلع نہیں ہو سکتے۔

☆☆☆☆☆

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے متعلق عقلی دلائل کی بناء پر کلام کرنا

ان ہی بدعات میں سے ایک بدعت "اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے بارے میں عقلی دلائل کے ساتھ گفتگو کرنا" بھی ہے، جسے معتزلہ اور ان کے پیروکاروں نے ایجاد کیا۔

حالانکہ یہ معاملہ تقدیر کے بارے میں گفتگو کرنے سے بھی زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ تقدیر میں بات کرنا، تو اللہ تعالیٰ کے افعال پر کلام کرنا ہے (جو بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر کلام ہے)، جبکہ یہاں وہ لوگ (بلاواسطہ) اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے بارے میں کلام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کلام کرنے والوں کے دو گروہ

جولوگ اس بارے میں بحث وتمحیص سے کام لیتے ہیں، اُن کی دو اقسام ہیں:

(اول): بعض وہ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی کئی ایسی صفات کا انکار کر دیا، جو قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو مخلوق کے ساتھ ملا دیا۔ جیسے معتزلہ کا کہنا ہے کہ "اگر اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن ہو، تو اُس کا جسم ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا تب ہی ممکن ہے، جب وہ کسی جگہ موجود ہو (اور کسی جگہ موجود ہونا جسم کو مستلزم ہے)۔"(1)

---

(1) دیدارِ الٰہی کے حوالے سے عقیدۂ اہلسنت بیان کرتے ہوئے صدر الشریعۃ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1367 ہجری) فرماتے ہیں: "عقیدہ: اللہ تعالیٰ جہت ومکان وزمان وحرکت وسکون وشکل وصورت وجمیع حوادث سے پاک ہے۔ عقیدہ: دنیا کی زندگی میں اللہ عزوجل کا دیدار نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے خاص ہے اور آخرت میں ہر سُنّی مسلمان کے لیے ممکن بلکہ واقع۔ رہا قلبی دیدار یا خواب میں،

اور اسی طرح اُن کا یہ قول: ''اگر اللہ تعالیٰ کا کلام مسموع (سنائی دینے والا) ہو، تو (لازمی طور پر) جسم ہوگا'' (1) (اس قول کا مقصد اللہ تعالیٰ کی صفتِ کلام کی نفی کرنا ہے کہ جب اُس کا جسم نہیں تو معاذ اللہ کلام بھی نہیں)

اور جن لوگوں نے ایسے ہی شبہات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ استواء (2) کی نفی

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) یہ دیگر انبیاء علیہم السلام، بلکہ اولیاء کے لیے بھی حاصل ہے۔ ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں سو (۱۰۰) بار زیارت ہوئی۔ عقیدہ: اس کا دیدار بلا کیف ہے، یعنی دیکھیں گے اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ کیسے دیکھیں گے، جس چیز کو دیکھتے ہیں اُس سے کچھ فاصلہ مسافت کا ہوتا ہے، نزدیک یا دور، وہ دیکھنے والے سے کسی جہت میں ہوتی ہے، اوپر یا نیچے، دہنے یا بائیں، آگے یا پیچھے، اُس کا دیکھنا ان سب باتوں سے پاک ہوگا۔ پھر رہا یہ کہ کیونکر ہوگا؟ یہی تو کہا جاتا ہے کہ کیونکر کو یہاں دخل نہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ جب دیکھیں گے اُس وقت بتادیں گے۔ اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے، وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے، اُس تک عقل رسا نہیں، اور وقتِ دیدار نگاہ اُس کا احاطہ کرے، یہ محال ہے۔'' (بہارِ شریعت، ج1، حصہ1، ص19 تا 22، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(1) بہارِ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے کلام کے حوالے سے عقیدۂ اہلسنت یوں بیان کیا گیا: ''عقیدہ: حیات، قدرت، سننا، دیکھنا، کلام، علم، ارادہ، اُس کے صفاتِ ذاتیہ ہیں، مگر کان، آنکھ، زبان سے اُس کا سننا، دیکھنا، کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اَجسام ہیں اور اَجسام سے وہ پاک۔ ہر پست سے پست آواز کو سنتا ہے، ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو وہ دیکھتا ہے، بلکہ اُس کا دیکھنا اور سننا انہیں چیزوں پر منحصر نہیں، ہر موجود کو دیکھتا ہے اور ہر موجود کو سنتا ہے۔ عقیدہ: مثل دیگر صفات کے کلام بھی قدیم ہے، حادث و مخلوق نہیں، جو قرآنِ عظیم کو مخلوق مانے ہمارے امامِ اعظم و دیگر ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اُسے کافر کہا، بلکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اُس کی تکفیر ثابت ہے۔ عقیدہ: اُس کا کلام آواز سے پاک ہے۔'' (بہارِ شریعت، ج1، حصہ1، ص7، 8، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

(2) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾

(سورۃ الاعراف، پارہ8، آیت54)

ترجمۂ کنز الایمان: بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر

کی ،انہوں نے معتزلہ کی پیروی کی۔ یہ معتزلہ اور جہمیہ کا نظریہ ہے اور اسلاف (ائمہ) ان لوگوں کے بدعتی اور گمراہ ہونے پر متفق ہیں۔

اور بعض متاخرین (بعد والے)، جو سنت و حدیث کی طرف اپنے آپ کو منسوب تو کرتے ہیں لیکن ان لوگوں نے بھی بعض امور میں معتزلہ وغیرہ کی راہ اختیار کی۔

(دوم): بعض لوگوں نے ایسے عقلی دلائل سے صفات کے اثبات پر دلائل پیش کئے، جن کی تائید میں کوئی اثر (حدیث) وارد نہیں ہوا اور ان کے مدمقابل نے (عقلی دلائل کے ساتھ ہی) ان کا رد کیا جیسا کہ

مقاتل بن سلیمان (1) اور اُس کے پیروکاروں مثلاً نوح بن ابی مریم (2) کا طریقہ کار ہے۔ پرانے اور جدید بعض محدثین نے بھی ان دونوں کی پیروی کی اور یہی مسلک،

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اِستِوَاء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔

صدر الافاضل علامہ مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی (المتوفی 1367 ہجری) امام اہلسنت علیہ الرحمۃ کے ترجمۂ کنز الایمان پر اپنے تفسیری حاشیے خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: "یہ اِستِواء مُتشابہات میں سے ہے۔ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں کہ اللہ کی اس سے جو مراد ہے، حق ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اِستِواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول اور اس پر ایمان لانا واجب۔ حضرت مترجم قُدِّسَ سِرُّہ نے فرمایا: یا اس کے معنٰی یہ ہیں کہ آفرینش کا خاتمہ عرش پر جا ٹھہرا۔ واللہ اعلم باسرار کتابہ۔" (تفسیر خزائن العرفان، ص 297، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور بھی متعدد آیات میں استواء کا تذکرہ ہے، مذہب محتاط یہی ہے کہ اللہ و رسول ہی اس کی مراد سے واقف ہیں۔ البتہ اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

(1) ابو الحسن مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی الخراسانی البلخی صاحب تفسیر ہے، لیکن ائمہ اسماء الرجال سے اس پر کافی جرح منقول ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج 10، ص 279، مطبعة دائرة المعارف النظامية. الهند)

(2) ابو عصمہ نوح بن ابی مریم المروزی القرشی، جہمیہ کے رد میں متشدد تھا، لیکن خود بھی شدید مجروح و ناقابل اعتماد ہے۔ (تہذیب التہذیب، ج 10، ص 486، مطبعة دائرة المعارف النظامية. الهند)

کرامیہ(1) کا بھی ہے، پس کرامیہ کے اس بارے میں دو گروہ ہیں:

فرقہ کرامیہ کے دو گروہ

(اول): کرامیہ میں سے بعض وہ ہیں، جو ان صفات مثلِ جسم (وغیرہ) کو لفظاً یا معنیً اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

(دوم): بعض وہ ہیں، جو ایسی صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے ہیں، جن پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل نہیں جیسے حرکت وغیرہ اور وہ اپنے گمان میں ان صفات کو اللہ تعالیٰ کی صفات ثابتہ کا لازم سمجھتے ہیں۔ اور اَدِلّٰہِ عقلیہ کے ساتھ جہمیہ کا رد کرنے کی وجہ سے اسلاف نے مقاتل بن سلیمان کا شدید رد کیا اور اس پر طعن میں مبالغہ فرمایا حتی کہ بعض نے تو اس کے قتل کو حلال قرار دے دیا، اُن میں سے مکی بن ابراہیم (2) اور شیخ محمد بن اسماعیل بخاری (3) علیہما الرحمۃ وغیرہما ہیں۔(4)

☆☆☆☆☆

---

(1) یہ بھی ایک گمراہ فرقہ ہے، جو ابو عبد اللہ محمد بن کرام سجستانی کی طرف منسوب ہے۔(منہ عفی عنہ)

(2) حضرت ابو السکن مکی بن ابراہیم بن بشیر بن فرقد التمیمی الحنظلی البلخی علیہ الرحمۃ ثقہ، حافظ تھے، 60 حج کئے، 256 ہجری میں فوت ہوئے۔
(تہذیب التہذیب، ج10، ص486، مطبعة دائرة المعارف النظامية الهند)

(3) حضرت ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمۃ حدیث کے بہت بڑے امام اور حافظ تھے۔ آپ کی کتاب صحیح بخاری شریف تمام کتبِ حدیث پر فائق ہے اور علماء کرام تو فرماتے ہیں: "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" ترجمہ: قرآن کے بعد سب سے درست کتاب صحیح بخاری ہے۔ آپ کی شخصیت کسی تعارف اور کسی کی توثیق وتعدیل کی محتاج نہیں۔(منہ عفی عنہ)

(4) حضرت مکی بن ابراہیم علیہ الرحمۃ کی طرف مقاتل بن سلیمان کے قتل کی اباحت کی نسبت درست نہیں لگتی، کیونکہ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ (المتوفی 852 ہجری) نے حضرت مکی بن ابراہیم سے ایک روایت نقل کی جو اس کے خلاف ہے "قال مكي بن إبراهيم عن يحيى بن شبل قال لي عباد بن كثير ما يمنعك من مقاتل قلت إن أهل بلادنا كرهوه فقال لاتكرهه فما بقي أحد أعلم بكتاب الله تعالى منه" (تہذیب التہذیب، ج10، ص280، ہند)

ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں درست مسلک

ذات وصفات باری تعالیٰ کے بارے میں حق ودرست مذہب وہی ہے، جس پر ہمارے اسلاف بالخصوص امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) ہیں اور وہ یہ کہ قرآن وحدیث میں جن صفات کا ذکر بغیر تفسیر وتکییف وتمثیل آیا ہے، ان میں کسی قسم کا اختلاف کرنا (چاہے ذکر کردہ فریقین میں سے کسی کی طرف سے بھی ہو) درست نہیں اور ان کے معانی میں زیادہ غور وفکر نہ کیا جائے اور نہ ہی (محض عقلی طور پر) اس کی مثالیں پیش کی جائیں۔

اگرچہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) کے زمانے کے قریب بعض ایسے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے مقاتل بن سلیمان کی راہ چلتے ہوئے اسی کی مثل کچھ باتیں کہیں، ان لوگوں کی ہرگز اتباع نہیں کی جائے گی، بلکہ صرف اور صرف ائمۂ اسلام مثلاً عبداللہ بن مبارک (1)، امام مالک (المتوفی 179 ہجری)، امام سفیان ثوری (2)، امام اوزاعی (3)،

---

(1) حضرت ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک الحنظلی علیہ الرحمۃ ثقہ ہیں، 118 ہجری میں پیدا ہوئے اور 63 سال کی عمر پا کر 181 ہجری میں فوت ہوئے۔

(الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ اہل الثقۃ والسداد، ج1، ص430، دار المعرفۃ، بیروت)

(2) حضرت ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی علیہ الرحمۃ امیر المؤمنین فی الحدیث، ثقہ اور حدیث کے بہت بڑے امام ہیں، 97 ہجری میں پیدا ہوئے اور 161 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تہذیب التہذیب، ج4، ص111 تا 114، مطبعۃ دائرۃ المعارف النظامیۃ الھند)

(3) حضرت ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی علیہ الرحمۃ جلیل القدر محدث، فقیہ اور ثقہ بزرگ ہیں۔ 157 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب، ص347، دار الرشید، سوریا)

امام احمد بن حنبل (المتوفی 241 ہجری) اور امام اسحاق بن راہویہ (المتوفی 238 ہجری) اور ابوعبید (المتوفی 224 ہجری) علیہم الرحمۃ کی اتباع کی جائے گی۔

ان سب بزرگوں کی گفتگو میں فلاسفہ کا کلام تو کجا (دور کی بات) کہیں متکلمین کے کلام کی جنس میں سے بھی کچھ موجود نہیں (1) اور قدح وجرح سے مسلّم (محفوظ) علم کلام کی

---

(1) اس عبارت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید علم کلام کوئی غلط علم ہے، جبکہ ایسی کوئی بات نہیں، علم کلام بنیادی طور پر بنیادی اسلامی عقائد کے علم کا نام ہے۔ شروع کے ادوار میں اس میں فلسفہ اور دیگر دقیق وغیر ضروری اور بے فائدہ ابحاث شامل نہ تھیں، جب کفار و دشمنانِ اسلام کی طرف سے اسلام پر عقلی اعتراضات کی بوچھاڑ کی گئی، تو علماء کلام نے ان کا شدید رد کیا اور ان ہی کی زبان و انداز میں انہیں جوابات دیئے، لیکن جیسے جیسے دور گزرتا گیا، تو علم کلام عقائد سے ہٹ کر صرف دقیق ابحاث کے مجموعہ سمجھا جانے لگا اور کئی متکلمین نے اپنی کتب میں دقیق ابحاث اور فلسفہ کی ابحاث کو بھی شامل کر دیا اور علم کلام میں کئی بدعات شامل کر دیں، جس کا بیان علامہ ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ گفتگو میں بھی ہو چکا ہے، تو علمائے حقہ نے ان بدعات ومُحدَثات کا سختی سے رد کیا نیز متعدد ائمہ کرام کے کلام میں علم کلام کی مذمت موجود ہے اور انہوں نے اس علم کے سیکھنے سے منع فرمایا۔ اس ممانعت کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(ا) علم کلام میں انہماک واشتغال: علم کلام کی غیر ضروری ابحاث میں انہماک اور اشتغال کو علماء نے منع فرمایا کہ اس میں اشتغال اصل مقصود سے غافل کر دے گا۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان القادری الحنفی الماتریدی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1340 ہجری) فرماتے ہیں: "ائمۂ دین وکبرائے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام مُحدَث کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے۔" (فتاوی رضویہ، ج15، ص515، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: "اینجا مراد بمتکلم کسے ست کہ در فنون کلامیہ زائد بر حاجت توغل دارد و در تکثیر شکوک وشقاشق عقلہ عمر عزیز ضایع برد"

ترجمہ: اس جگہ متکلم سے مراد وہ شخص ہے، جو علم کلام کے مختلف فنون میں ضرورت سے زیادہ انہماک رکھتا ہو اور شکوک وشبہات کی کثرت میں عمر عزیز کو ضائع کر دے۔ (فتاوی رضویہ، ج24، ص445، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(ب) فلسفے کا اختلاط: بسا اوقات متکلمین بغیر رد کے فلاسفہ کے اقوال لکھ دیتے ہیں، جو کسی کی گمراہی کا سبب ہو سکتا ہے، لہٰذا ایسے علم کلام کو ممنوع قرار دیا گیا۔ چنانچہ شرح مقاصد میں ہے: "کثیر ما تورد

باتیں بھی انہوں نے اپنی کتب میں ذکر نہیں کیں اور امام ابو زرعہ رازی علیہ الرحمۃ (1) فرماتے ہیں: ''تم میں سے جس کے پاس علم الکلام ہو، اُسے چاہئے کہ اپنا علم بچا کر رکھے (لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے) اور اگر بیان کرنے کی حاجت ہو (کہ بیان کئے بغیر چارہ کار نہ ہو اور بیان کر دیا)، تو تم اُن مذموم علماء کلام میں سے قرار نہیں پاؤ گے۔'' (2)

فقہ میں بعض اختراعی آراء کا حکم؟

ان مُحدَثات (بدعات) میں سے اہل رائے فقہاء کے وہ قواعد و ضوابط بھی ہیں، جنہیں انہوں نے ایجاد کیا اور پھر ان قواعد کو جاری رکھنے کے لئے اس پر تفریعاً مسائل بیان کئے، چاہے وہ فروعات (مسائل) سنن کے خلاف ہوں یا موافق ہوں (اس کی انہیں کوئی پرواہ نہیں)، اگرچہ ان (فروعات) کی اصل (دلیل) میں ایسی مؤول آیت یا حدیث ہو، جس کی تاویل میں دیگر فقہاء کرام نے ان کی مخالفت کی ہو (تو بھی یہ لوگ فقہاء کرام

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) الاراء الباطلة للفلاسفة من غير تعرض لبيان البطلان الا فيما يحتاج الى زيادة بيان'' ترجمہ: بسا اوقات فلاسفہ کی آراء باطلہ ذکر کر دی جاتی ہیں اور ان کے بطلان کے بیان سے تعرض نہیں کیا جاتا سوائے اس کے جس کے بیان کی زیادتی اور تفصیل کی محتاجی ہو۔''

(شرح المقاصد، ج1 ص242، دار المعارف النعمانیۃ، لاہور)

نیز فتاوی رضویہ شریف میں ہے: ''علم کلام جس کے اصل اصول عقائد سنت و اسلام ہیں، بوجہ اختلاطِ فلسفہ و زیاداتِ مزخرفہ، مذموم ٹھہرا۔'' (فتاوی رضویہ، ج23 ص627، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

(1) حضرت ابو زرعہ عبید اللہ بن عبد الکریم الرازی علیہ الرحمۃ دنیا کے معتمد ائمہ حدیث میں سے ہیں، دین و تقوی وحفظ وغیرہ صفاتِ حمیدہ سے متصف تھے۔ 168 ہجری میں فوت ہوئے۔

(الثقات لابن حبان، ج8 ص407، دائرة المعارف العثمانية، حيدر آباد الدكن الهند)

(2) فلسفے کے باطل نظریات کے تفصیلی رد کے لئے شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین ملت الشاہ امام احمد رضا خان القادری الحنفی الماتریدی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1340 ہجری) کے مجموعہ فتاوی بنام ''فتاوی رضویہ'' جلد 27 کا مطالعہ کیجئے اور کلام باری تعالیٰ کے متعلق نفیس بحث پڑھنے کے لئے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کے رسالے ''انوار المنان فی توحید القرآن'' کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ (منہ عفی عنہ)

کے مخالف اپنے اصول گڑھ لیتے ہیں)۔

ائمۂ اسلام علیہم الرحمۃ والرضوان نے حجاز اور عراق کے ایسے اہل رائے فقہاء کا شدید رد کیا اور ان کی مذمت اور رد میں مبالغہ فرمایا۔

حدیث اور اسلاف کے عمل میں ترجیح؟

(الف): ائمہ اور فقہاء و محدثین ہر صورت میں حدیث صحیح پر عمل کرتے ہیں، جبکہ صحابہ کرام یا بعد والے ائمہ کرام یا ان میں سے ایک گروہ کا اُس (حدیث) پر عمل ہو۔

(ب): جس حدیث کے ترک (یعنی اُس کے حکم پر عمل نہ کرنے) پر اسلاف کا اتفاق ہو، اُس حدیث پر عمل کرنا، جائز نہیں، کیونکہ اسلاف کا اُس کے ترک پر اتفاق ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جانتے تھے کہ یہ حدیث (کسی وجہ سے) معمول بہ (قابل عمل) نہیں۔(1)

حضرت عمر بن عبد العزیز علیہ الرحمۃ (2) فرماتے ہیں: ''ایسی رائے پر عمل کرو، جو اسلاف کے قول کے موافق ہو، کیونکہ تمہارے اسلاف تم سے زیادہ علم والے تھے۔''

(ج): اہل مدینہ کا عمل اگر کسی حدیث کے خلاف ہو، تو امام مالک علیہ الرحمۃ (المتوفی 179 ہجری) اہل مدینہ کے عمل کو ترجیح دیتے ہیں (کیونکہ اہل مدینہ کا کسی بات پر عامل ہونا، اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دورِ مبارک سے

---

(1) بعض لوگ اسلاف کے عمل کے مقابل احادیث پیش کر کے ان کے عمل کا بطلان ثابت کرنے کی ناکام کوششیں کرتے نظر آتے ہیں، اس میں ایسے احمقوں کا رد ہے۔(منہ عفی عنہ)

(2) حضرت ابو حفص عمر بن عبدالعزیز الاموی القرشی علیہ الرحمۃ مدینہ میں پیدا ہوئے، امیر المؤمنین، مجتہد، عارف اور ثقہ ہیں، آپ کا عدل و انصاف کافی مشہور و معروف ہے (جس بنا پر) آپ کی خلافت کو بھی خلافت راشدہ قرار دیا گیا اور 40 سال کی عمر پا کر 101 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص89 تا 91، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

چلتا آرہا ہے اور اس کے مقابلے میں حدیث یا تو منسوخ ہے یا اس سے قوی حدیث پر ان کا عمل ہے) اور اکثر ائمہ کرام کی رائے یہ ہے کہ حدیث پر عمل کیا جائے گا۔

مسائل دینیہ میں مخاصمہ وجدال

ائمہٴ اسلام نے مسائل حلال وحرام میں لڑائی جھگڑا کرنے کا بھی رد فرمایا ہے اور ان امور میں جھگڑنا ائمہٴ اسلام کا طریقہ کار نہیں، یہ تو ان کے بعد والوں کی اختراع ہے جیسا کہ عراق کے فقہاء نے شافعیہ اور حنفیہ کے درمیان اختلافات کے معاملے میں راہِ جدال اختیار کرتے ہوئے کئی اختلافی کتب تحریر کیں اور اس میں بحث وجدال کو طول دیا۔ یہ سارے امور اختراعات وبدعات ہیں، جن کی قرآن وسنت میں کوئی اصل نہیں اور ان کا اس میں مشغول ہونا، ان کے لئے علم نافع سے دوری کا سبب بن گیا اور تحقیق علماء اسلاف نے اس کا رد فرمایا۔

سنن میں حدیث مرفوع ذکر کی گئی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ماضل قوم بعد هدى (كانوا عليه) الا اوتوا الجدال"

ترجمہ: کوئی بھی قوم ہدایت کے بعد گمراہ نہ ہوئی مگر ان میں لڑائی جھگڑا ڈال دیا گیا۔

اور پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ﴾

(سورۃ الزخرف، پارہ25، آیت58)

ترجمہٴ کنزالایمان: انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑے کو، بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ۔(1) (ترمذی، ج5، ص378، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي. مصر)

اسلاف میں سے بعض نے فرمایا: "جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اُس کے لئے عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے اور لڑائی جھگڑے کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے، تو اُس

کے لئے عمل کا دروازہ بند کر دیتا ہے اور لڑائی جھگڑے کا دروازہ کھول دیتا ہے۔"

امام مالک علیہ الرحمۃ کے اقوال اور طرز عمل

امام مالک علیہ الرحمۃ (المتوفی 179 ہجری) نے فرمایا: "میں نے اس شہر والوں کو پایا کہ وہ اس کثرت کو پسند نہیں کرتے، جس میں لوگ آجکل مبتلاء ہیں۔" اور ان کی مراد سوالات کی کثرت ہے۔

اور آپ علیہ الرحمۃ کثرتِ کلام اور زیادہ فتوی دینے کو عیب شمار کرتے تھے۔(2) اور فرماتے تھے کہ "ان (کثرتِ کلام اور فتوے پر جری لوگوں) میں سے کوئی ایسے کلام کرتا ہے گویا شہوت کا مارا اونٹ ہو کہ وہ (بے خوف وخطر) کہتا ہے: فلاں مسئلہ ایسے ہے، فلاں کا جواب یہ ہے اور اسی جوش میں باطل باتیں بھی کر جاتا ہے۔"

اور کثیر مسائل میں جواب کو ناپسند فرماتے تھے اور یہ آیت پڑھتے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾ (سورۃ الاسراء، پارہ 15، آیت 85)

ترجمۂ کنز الایمان: اور تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ! روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے۔

اور ارشاد فرماتے: روح کے متعلق جو سوال تھا، اس آیت میں اُس کا جواب ارشاد نہیں فرمایا گیا۔

---

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفی 279 ہجری) اس حدیث پاک کے متعلق فرماتے ہیں: "هذا حديث حسن صحيح" ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی، ج5، ص378، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

(2) یہاں وہ شخص مراد ہے جو بے علم ہو اور فتوے دینے پر جری ہو، ورنہ وہ علماء و مفتیانِ کرام جو واقعی علمِ دین رکھتے ہوں اور عوام کے مسائل پر فتاوی دیتے ہیں، جو انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے حقیقی وارث اور اللہ تعالیٰ کے احکامات و دینِ متین کے حقیقی مبلغ ہیں، وہ یہاں ہرگز مراد نہیں۔ (منہ عفی عنہ)

آپ علیہ الرحمۃ سے پوچھا گیا کہ ایسا شخص جو سنن کا عالم ہو، کیا وہ اس میں کسی سے مجادلہ (لڑائی) کرتا ہے؟ فرمایا: "نہیں، بلکہ وہ سنت کے بارے میں کسی کو بتائے گا، اگر اسے قبول کرلیا جائے تو ٹھیک، ورنہ وہ خاموش ہو جائے گا۔"

اور فرمایا: "علم میں لڑنا اور جھگڑنا دل کے نور کو ختم کر دیتا ہے۔"

اور فرمایا: "علم میں جھگڑنا دل کو سخت کرتا اور دل میں کینہ پیدا کرتا ہے۔"

اور آپ علیہ الرحمۃ (مسلمانوں کے اتنے بڑے امام ہونے کے باوجود) کثیر مسائل کے جواب میں "لَا أَدرِی" (یعنی میں نہیں جانتا) فرمادیا کرتے تھے۔"

مسائل شرعیہ کے حوالے سے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) کا طریقہ کار اور طرز عمل بھی یہی تھا۔

تحقیق احادیث طیبہ میں کثرتِ سوال اور ایسے سوالات جن سے مُجیب (جواب دینے والے) کو مشکل میں ڈالنا مقصود ہو اور کسی نئے مسئلے کے پیش آنے سے پہلے اُس کے بارے میں پوچھنے سے منع فرمایا گیا ہے اور بھی اس بارے میں کافی کلام کیا جا سکتا ہے لیکن سب کچھ ذکر کرنا طوالت کا سبب ہوگا۔

اس کے ساتھ ساتھ ائمہ و اسلاف مثلاً امام مالک، امام شافعی (1)، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق علیہم الرحمۃ (وغیرہ) کے کلام میں مختصر مگر جامع و مانع انداز میں فقہ اسلامی کے ماٰخذ (بنیادوں) اور مدارکِ احکام (وہ نصوص جن سے احکام کا ثبوت ملتا ہے) پر متنبہ کیا ہے۔

اور ائمۂ اسلام کے کلام میں کتاب و سنت کے خلاف اقوال کا ایسے حسین و دلکش

(1) حضرت ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن شافعی علیہ الرحمۃ اعلیٰ درجے کے محدث و مجتہد و صاحب مذہب بزرگ ہیں (فقہ شافعی آپ ہی کی طرف منسوب ہے) حافظ الحدیث تھے نیز علل قادحہ کی شناخت میں ماہر تھے۔ آپ کے مناقب بہت زیادہ ہیں۔ 204 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 265، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

پیرائے میں ردل جاتا ہے، جو متکلمین کے طویل کلام کے ذریعے مراد کو سمجھنے سے مستغنی کر دیتا ہے کہ کئی دفعہ متکلمین طویل بحث ومباحثہ کے بعد بھی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ پاتے، جبکہ اسلاف اپنے مختصر سے کلام میں وہ بات سمجھا دیتے ہیں۔

اسلاف کے بحث ومباحثہ اور طول کلام سے اجتناب کی وجہ؟

یاد رکھیں! ہمارے اسلاف بحث ومباحثہ اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب جہالت یا عجز کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ اُن کے اِن امور سے اجتناب کی وجہ علم اور خشیتِ الٰہی ہے اور ان کے بعد جنہوں نے طویل کلام کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ پہلے والوں سے علم وتقوی میں کم تھے اور زیادہ کلام کو پسند کرتے تھے جیسا کہ حضرت سیدنا حسن بصری علیہ الرحمۃ (1) نے کچھ لوگوں کو کسی علمی بحث کے دوران جھگڑتے دیکھا، تو فرمایا: ''یہ ایسے لوگ ہیں، جن پر عبادت بھاری اور باتیں کرنا آسان ہیں اور ان کے ورع وتقوی میں کمی ہے، جس وجہ سے یہ کلام کر رہے ہیں۔''

دینی معاملے میں جھگڑنے سے بچنے کے متعلق اسلاف کے اقوال

☆ حضرت مہدی بن میمون علیہ الرحمۃ (2) فرماتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت محمد بن سیرین علیہ الرحمۃ (3) سے جھگڑتا، تو آپ اس کے مقصد کا ادراک فرما لیتے اور اُسے

(1) حضرت ابو سعید حسن بن ابو الحسن یسار بصری علیہ الرحمۃ تابعی بزرگ ہیں، فقہ، حدیث اور کئی فنون میں ماہر تھے اور ائمہ کرام آپ کی جلالت علمی پر متفق ہیں۔ 110 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تہذیب الاسماء واللغات، ج1، ص162، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حضرت ابو یحییٰ مہدی بن میمون الازدی علیہ الرحمۃ اہل ضبط و اتقان میں سے ہیں اور ثقہ ہیں۔ 171 یا 172 ہجری میں فوت ہوئے۔

(مشاہیر علماء الامصار، ص251، دار الوفاء للطباعة والنشر والتوزيع المنصورة)

(3) حضرت ابو بکر محمد بن سیرین البصری علیہ الرحمۃ ورع وتقوی جیسی عظیم صفات سے متصف اور کئی علوم وفنون بالخصوص خوابوں کی تعبیر کے علم میں مہارت تامہ رکھتے تھے، تابعی بزرگ ہیں، 30 صحابہ کرام علیہم الرضوان کی

ارشاد فرماتے: "میں تمہارا ارادہ جانتا ہوں۔" یعنی اگر تم یہ ارادہ رکھتے ہو کہ میں تم سے (بحث و مباحثہ کرکے) جھگڑا کروں (سن لو!) میں جھگڑے کے ابواب جانتا ہوں۔

ایک اور روایت میں ہے کہ یہ فرمایا: "میں تم سے زیادہ (بحث کرکے) جھگڑنا جانتا ہوں، لیکن میں تم سے جھگڑا نہیں کروں گا۔"

☆ حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ (المتوفی 196ہجری) نے فرمایا: "میں نے کبھی مخاصمہ (جھگڑا) نہیں کیا۔"

☆ حضرت عبدالکریم الجزری علیہ الرحمۃ (1) نے فرمایا: "متقی و صاحب ورع کبھی جھگڑا نہیں کرتا۔"

☆ حضرت جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ (2) نے ارشاد فرمایا: "دین میں جھگڑنے سے بچو کہ یہ دل کو غافل کرتا اور نفاق پیدا کرتا ہے۔"

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمۃ (المتوفی 101ہجری) نے ارشاد فرمایا: "جب تم جھگڑے کی بات سنو، تو اُسے طول نہ دو (بلکہ وہیں بات ختم کردو)۔"

☆ نیز ایک اور جگہ فرمایا: "جو جھگڑے کے لئے اپنے دین کو نشان بناتا ہے۔ اس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) زیارت کی۔ 110ہجری میں فوت ہوئے۔

(الثقات لابن حبان، ج5، ص348، دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن الھند)

(1) حضرت ابو سعید عبدالکریم بن مالک الجزری علیہ الرحمۃ ثقہ، امام، حافظ اور تابعی بزرگ ہیں کہ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی زیارت کی۔ 127ہجری میں فوت ہوئے۔

(سیر اعلام النبلاء، ج6، ص242، دارالحدیث، القاہرہ)

(2) حضرت ابو عبداللہ جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین بارہ ائمہ اطہار میں سے ایک ہیں، نہایت متقی، صاحب ورع تھے۔ صدق بیانی کی وجہ سے "صادق" کے نام سے مشہور ہیں، 80ہجری میں پیدا ہوئے اور 148ہجری مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف بقیع پاک میں ہے۔ (وفیات الاعیان، ج1، ص327، دار صادر، بیروت)

تنقُّل (ایک بات سے دوسری بات کی طرف منتقل ہونے) میں اضافہ ہوتا ہے(یعنی وہ ایک رائے پرنہیں رہتا، بلکہ اُس کی رائے بدلتی رہتی ہے،کبھی کچھ تو کبھی کچھ۔۔)۔"

☆ آپ علیہ الرحمۃ نے ایک اور مقام پر فرمایا: "سابقہ اہل علم بزرگوں نے خاموشی اختیار کی اور اپنے انتہائی مہارت وبصارت کے باوجود (کبھی کبھار) ہم ایک مسئلے کو جانتے بھی ہیں، لیکن پھر بھی اسلاف نے اس پر بحث کرنے سے اجتناب کیا ہوتا ہے، حالانکہ اگر وہ اس بارے میں بحث کرتے، تو (وسعتِ علمی کے اعتبار سے) وہ ہم سے زیادہ بحث کرنے کی طاقت رکھتے تھے۔"

بزرگوں کے اس بارے میں بہت زیادہ اقوال ہے۔

☆☆☆☆☆

کثرت کلام یا کثرت روایت کا نام علم نہیں

قارئین کرام! کثیر متأخرین نے اس بات میں دھوکا کھایا اور وہ یہ سمجھے کہ علمی طور پر جس کے کلام اور جدال و مخاصمت کی کثرت ہو اور مسائل دینیہ میں خصومت (جھگڑنا) وابحاث زیادہ ہوں، وہ بڑا عالم ہے، حالانکہ یہ نِری (محض) جہالت ہے۔

اور اکابر صحابہ کرام اور اُن میں جید فقہاء و علمائے کرام مثلاً خلیفہ اول حضرت سیدنا ابوبکر صدیق و خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر بن خطاب و خلیفہ چہارم حضرت سیدنا علی المرتضیٰ و حضرت سیدنا معاذ بن جبل (1) و حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود و حضرت سیدنا زید بن ثابت (2) رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھئے۔ وہ کیسے جید علماء ہیں؛ اُن کا کلام حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کم ہے، حالانکہ (بلاشبہ) یہ حضرات سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم ہیں۔

اسی طرح تابعین عظام کا کلام صحابہ کرام علیہم الرضوان کے کلام سے زیادہ ہے، حالانکہ یقیناً صحابہ کرام اُن سے زیادہ علم والے ہیں۔

اور تبع تابعین کا کلام تابعین عظام علیہم الرحمۃ سے زیادہ ہے، حالانکہ تابعین اُن سے

---

(1) حضرت ابوعبدالرحمٰن معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس الانصاری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، بیعت عقبہ میں حاضر تھے۔ 31، 28 یا 33 سال کی عمر پا کر 18 ہجری میں فوت ہوئے۔

(رجال صحیح مسلم، ج1، ص232، دار المعرفۃ، بیروت)

(2) حضرت ابوسعید زید بن ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ عنہ صحابہ کرام میں سے جلیل القدر فقیہ ہیں ابو سعید کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کی ایک اور کنیت "ابو خارجہ" بھی ہے۔ کاتبِ وحی حضرت سیدنا امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے دورِ حکومت میں 45 ہجری میں وصال فرمایا۔

(مشاہیر علماء الامصار، ص29، دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع، المنصورۃ)

زیادہ علم رکھتے ہیں، لہٰذا پتا چلا کہ نہ تو کثرتِ روایت کا نام علم ہے اور نہ ہی کثرتِ مقال (یعنی زیادہ کلام ہونے) کا نام علم ہے، بلکہ علم ایک نور ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں ودیعت ہوتا ہے اور بندہ اس کے ذریعے حق وصواب (سچ و درست چیز) کی سمجھ حاصل کر لیتا اور حق و باطل کا فرق جان لیتا ہے اور اس علم کی بدولت مختصر عبارات کے ذریعے مقاصدِ اصلیہ تک پہنچانے والی گفتگو پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

جوامع الکلم

بلاشبہ! نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو "جوامع الکلم" کا معجزہ عطا فرمایا گیا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کلام مختصر (مگر جامع اور کئی مفاہیم و مطالب کو ضمن میں لئے) ہوتا تھا اور اسی لئے کثرتِ کلام اور زیادہ قیل وقال (بحث و مباحثہ) سے منع فرمایا گیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ لم یبعث نبیا الا مبلغا وان تشقیق الکلام من الشیطان"

(شرح السنۃ للبغوی، ج12، ص363، المکتب الاسلامی، بیروت)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو مبلغ بنا کر بھیجا اور بتکلّف کلام میں حسن پیدا کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ (جامع معمر بن راشد، ج11، ص163، المکتب الإسلامی بیروت)

یعنی نبی وہ بات کرتے ہیں، جس سے مقصدِ تبلیغ حاصل ہو (ان کا مقصد اپنے کلام کو مسجع و مقفی کرنا ہرگز نہیں ہوتا)۔

کثرت کلام کا اعتبار نہیں

گفتگو کی زیادتی اور کلام کو بتکلّف مسجع و مقفی بنانا مذموم ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر انتہائی شائستگی کے ساتھ خطبہ ارشاد فرماتے اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی روزمرہ کی گفتگو کا انداز اتنا دلکش اور رفتار معتدل ہوتی کہ کوئی گننے والا گننا چاہتا، تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی باتوں کو گن سکتا تھا۔

اور حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان من البیان سحرا'' (صحیح بخاری، ج7،ص19 ،دارطوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: بعض بیان (کلام) جادو ہوتے ہیں۔(1)

(ترمذی، ج4، ص376 ،شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی. مصر)

بعض لوگوں نے گمان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا یہ ارشاد بطورِ مدح ہے، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بطورِ مذمت یہ جملہ ارشاد فرمایا ہے اور جو اس حدیث پاک کو مکمل پڑھے اور الفاظِ حدیث پر غور کرے، اُسے یقیناً معلوم ہو جائے گا کہ یہ ارشاد بطورِ مذمت ہے۔(2)

اور ترمذی میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اللہ لیبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما تتخلل البقرۃ بلسانہ''

ترجمہ: فصاحت و بلاغت میں مبالغہ کرتے ہوئے گفتگو کرنے والا مرد اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں، جو اس طرح اپنی زبان کو ہلاتا رہتا ہے جیسے گائے چارہ کھاتے ہوئے اپنی

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفی 279 ہجری) فرماتے ہیں: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ترمذی، ج4، ص376 ،شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی. مصر)

(2) مکمل حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دور میں مشرق سے دو خطیب آئے، انہوں نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر بیان کیا اور بیٹھ گئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ کے خطیب حضرت سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا، لیکن لوگوں کو ان دونوں کا بیان زیادہ اچھا لگا، جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: بتکلّف کلام کو اچھا بنانا شیطان کی طرف سے ہے اور بے شک بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔

(مسند امام احمد بن حنبل، ج9، ص498، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

زبان ہلاتی رہتی ہے۔(1) (ترمذی، ج 4، ص 438، دار الغرب الاسلامی، بیروت)(مسند البزار، ج6، ص422، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ)

اس بارے میں اور بھی کئی مرفوع احادیث ہیں نیز اس باب میں خلیفہ دوم امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر، حضرت سیدنا سعد، حضرت سیدنا ابن مسعود اور محبوبۂ محبوبِ خدا، ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ(2) رضی اللہ عنہم اجمعین سے موقوفاً بھی روایات منقول ہیں۔

اس لئے یہ اعتقاد و نظریہ ہونا چاہئے ہے کہ کسی کے کلام کا طویل و کثیر ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ دوسروں سے بڑا عالم ہے۔

☆☆☆☆☆

---

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفی 279 ہجری) فرماتے ہیں: ''هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه'' ترجمہ: اس سند سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(ترمذی، ج4، ص438، دار الغرب الاسلامی، بیروت)

(2) ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ازواجِ مطہرات میں سے ہیں، عورتوں میں سب سے بڑی فقیہہ تھیں، کثیر الروایات ہیں، (متعدد آیات آپ کی پاکدامنی وشانِ تطہیر میں نازل ہوئیں) اور کئی احادیث طیبہ میں بھی آپ کی شان بیان فرمائی گئی۔ 57 ہجری میں فوت ہوئیں اور نمازِ جنازہ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

(تہذیب التہذیب، ج12، ص433، مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند)

اسلاف کا علم اور بعض لوگوں کی جہالت

آج ہمیں بعض ایسے جاہل لوگوں کا سامنا ہے، جو اقوال کی کثرت کی وجہ سے بعض متأخرین کو متقدمین سے افضل جانتے ہیں، ان کے درج ذیل گروہ ہیں:

(۱) بعض کا یہ اعتقاد ہے کہ فلاں شخص کثرتِ بیان و کثرتِ مقال کی وجہ سے تمام متقدمین حتی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور ان کے بعد والوں، سب سے افضل ہے۔

(۲) بعض کا کہنا ہے کہ فلاں شخص فقہاء سبعہ (سات فقہائے کرام) جن کی اتباع کی جاتی ہے(1)، سے افضل ہے اور ان لوگوں کا یہ قول اس بات کو مستلزم ہے کہ وہ شخص ان فقہائے کرام سے پہلے کے بزرگوں سے بھی افضل ہو، کیونکہ ان فقہاء کے اقوال پہلے والوں سے زیادہ ہیں، تو جب وہ لوگ کسی کو اقوال کی کثرت کی وجہ سے ان فقہاء سے افضل جانتے ہیں، تو اُس شخص کا اُن حضرات سے بھی افضل ہونا بطریق اولیٰ متبادر ہوتا ہے، جن کے اقوال فقہاء سبعہ سے بھی کم ہیں جیسا کہ امام سفیان ثوری (التوفی 161 ہجری)، امام اوزاعی (التوفی 157 ہجری)، امام لیث بن سعد (2) اور امام ابن مبارک (التوفی 181 ہجری) اور ان کے طبقے کے بزرگ اور جو ان سے پہلے کے تابعین عظام ہیں اور صحابہ کرام

(1) وہ سات فقہائے کرام یہ ہیں: حضرت سعید بن مسیب مخزومی (التوفی 94 ہجری)، حضرت عروہ بن زبیر قرشی (التوفی 94 ہجری)، حضرت ابوبکر بن عبد الرحمٰن مخزومی (التوفی 94 ہجری)، حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ (التوفی 98 ہجری)، حضرت سلیمان بن یسار المدنی (التوفی 107 ہجری)، حضرت خارجہ بن زید بن ثابت (التوفی 99 ہجری) اور حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق (التوفی 106 ہجری) رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان کا تفصیلی تعارف تذکرۃ الحفاظ وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ (منہ عفی عنہ)

(2) حضرت لیث بن سعد بن عبد الرحمٰن الفہمی علیہ الرحمۃ فقہ، ورع، علم وسخاء میں یکتائے زمانہ تھے، شعبان المعظم 175 ہجری میں فوت ہوئے۔ (رجال صحیح مسلم، ج2، ص159، دار المعرفۃ، بیروت)

علیہم الرضوان بھی جبکہ ان سب (متقدمین) کا کلام بعد والوں (متاخرین) کے کلام سے واضح اور پُردلیل ہے۔ (اوران بدعقیدہ لوگوں کے نظریئے کہ مطابق متاخرین، توان سب سے زیادہ علم والے قرار پائیں گے۔)

ایسی سوچ رکھنا بزرگوں کے ساتھ سوءِظن وان کی بے ادبی ہے اور (معاذ اللہ) ان کی طرف جہالت وکم علمی کی نسبت کرنے کے مترادف ہے۔

(ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

صحابہ کرام کے علمی مقام کے بارے میں حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے دواقوال درج کئے جاتے ہیں:

☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے بارے میں کیا ہی سچی بات ارشاد فرمائی، چنانچہ فرمایا: ''گروہ صحابہ دل کے اعتبار سے امت میں سب سے بھلے اور نیک، علوم کے اعتبار سے سب سے عمیق (دقیق نظری والے) اور سب سے کم تکلف میں پڑنے والے ہیں۔'' اسی طرح کا ایک قول حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ان کے بعد والے علم میں کم اور زیادہ تکلفات سے کام لینے والے ہیں۔

☆ حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''تم لوگ ایسے زمانے میں ہو کہ علماء زیادہ ہیں اور خطیب کم ہیں اور عنقریب ایسا زمانہ آئے گا، جس میں علماء کم اور خطیب زیادہ ہوں گے پس جس کا علم زیادہ اور گفتگو کم ہو وہ قابلِ ستائش ومدح ہے اور جو اس کے برعکس ہو (کہ اس کا علم کم اور باتیں زیادہ ہوں)، تو وہ قابلِ مذمت ہے۔''

اہلِ یمن کے لئے دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اہلِ یمن کے لئے ایمان اور فقہ (دین کی سمجھ) کی دعا فرمائی اور مشاہدہ گواہ ہے کہ (دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی برکت سے) یمن والے تمام لوگوں میں کم کلام والے اور زیادہ علوم والے ہیں اور ان کے قلوب کا علم، علم نافع

ہے اور جس قدر علم ظاہر کرنے کی حاجت ہو، اُتنا اپنی زبانوں پر لاتے ہیں، (حقیقی معنوں میں) یہی فقہ (دین کی سمجھ) اور علم نافع ہے۔

علوم میں کون سا علم افضل ہے؟

علوم میں سب سے افضل وہ علم ہے، جو تفسیرِ قرآن، معانی حدیث اور حلال وحرام کے بارے میں صحابہ کرام و تابعین عظام اور تبع تابعین اور مشہور ائمہٴ اسلام علیہم الرحمۃ والرضوان سے ماثور و منقول ہے، ان سے مروی آثار و اقوال کو سمجھ کر یاد کرنا افضل علم ہے اور ان کے بعد والوں نے جو کلام میں وسعت و طوالت کو ایجاد کیا، ان کی کثیر باتوں میں کسی قسم کا خیر (بھلائی) نہیں، سوائے ان کے اُس کلام کے جو اسلاف کرام کے کلام کی تشریح و توضیح کے طور پر ہو۔ اور ان کی جو باتیں اسلاف کے کلام کے خلاف ہیں، اکثر باطل ہیں اور ان میں کسی قسم کا نفع نہیں (بلکہ کئی باتیں تو ایمان و عقیدے کے لئے زہرِ قاتل ہیں)۔

ائمہ اسلاف کے علوم کے ممتاز ہونے کی وجوہات

☆ ائمہ اسلاف کا کلام کافی (یعنی حاجت کو پورا کرنے والا) ہے نیز ان کا کلام مزید ایسے کئی فوائد کو بھی متضمن ہے، جو بعد والوں کی باتوں میں نہیں اور بعد والوں کے کلام میں جو حق بات ہے، وہ مختصر الفاظ و جامع عبارات کے ساتھ اسلاف کے کلام میں پہلے سے موجود ہے اور بعد والوں کے باطل اقوال کا بطلان بھی ائمہ نے پہلے ہی اپنے کلام میں بیان فرما دیا ہے، جو اصحابِ فہم پر مخفی نہیں۔

☆ اسلاف کے کلام میں ایسے بدیع (حیران کُن اور خوبصورت) معانی اور مآخذ دقیقہ ہیں، جن کی طرف بعد والوں نے رہنمائی نہیں کی، بلکہ اس کے قریب بھی نہ پہنچے (کیونکہ ان معانی بدیعہ تک ان لوگوں کی عقولِ ناقصہ کی رسائی ہی نہ تھی)۔ پس جس نے بھی ائمہ اسلاف سے علم اخذ نہ کیا، وہ تمام تر خیر و بھلائی سے محروم رہا، بلکہ

متاخرین کے پیچھے چلتے چلتے کئی باطل باتوں میں بھی پڑ گیا۔(1)

☆ جو آدمی صحیح وسقیم کی پہچان حاصل کرنا چاہتا ہو اور یہ بات جرح وتعدیل وعلل کی معرفت سے حاصل ہوگی، (تو لازمی طور پر) وہ اس کام کے لئے اسلاف کے کلام کو جمع کرنے کا محتاج ہوگا۔ پس جو اس فن کو نہ جانتا ہو وہ کبھی منقولہ روایت پر وثوق واعتماد نہیں کرسکتا اور اس کے بغیر اُس پر حق و باطل ملتبس ومشتبہ ہو جائے گا اور اپنے پاس موجود علم پر بھی اُسے وثوق حاصل نہیں ہوگا (کہ آیا یہ درست بھی ہے یا نہیں؟) جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ جو شخص اس فن میں مہارت نہ رکھتا ہو، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی احادیث اور سلف سے مروی اقوال پر صحیح وسقیم کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے، اعتماد نہیں کرسکتا، ممکن ہے وہ اپنی جہالت کی وجہ سے (صحیح وسقیم میں فرق کئے بغیر) تمام مرویات کو باطل و ناقابل اعتماد قرار دے دے (اور یہ بات سب جہالتوں وگمراہیوں کی جڑ ہے)۔

☆ امام اوزاعی علیہ الرحمۃ (المتوفی 157 ہجری) نے فرمایا: ''علم وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے صحابہ کرام علیہم الرضوان لائے، جو اس کے علاوہ ہے وہ علم نہیں۔'' امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) سے بھی اس طرح کا ایک قول منقول ہے۔

---

(1) آج ہمارے دور میں بھی اس بات کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ جس نے بھی اسلاف کو چھوڑ کر علم پڑھا علم نے اُسے فائدے کی بجائے نقصان دیا اور وہ علم ہدایت کی بجائے اُس کی گمراہی میں اضافے کا سبب بنا، اس لئے ہمیں اکابرین امت کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رہنا ضروری ہے کہ ان کی معیت میں برکت رکھی گئی ہے، چنانچہ سندِ صحیح کے ساتھ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے مروی ہے: ''البرکۃ مع اکابرکم'' ترجمہ: برکت تمہارے اکابر (بزرگوں) کے ساتھ ہے۔

(صحیح ابن حبان، ج2، ص319، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

اکابرین کے لئے علم کی بات یاد کرنے کے لئے لکھنے نہ لکھنے کا اختیار تھا، لیکن۔۔۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) نے تابعین عظام کے بارے میں فرمایا: ''تمہیں علم لکھنے اور نہ لکھنے کا اختیار دیا گیا ہے۔''

امام زہری علیہ الرحمۃ (1) تابعین عظام سے جو علم حاصل کرتے، لکھ لیتے تھے جبکہ حضرت صالح بن کیسان علیہ الرحمۃ (2) نہیں لکھتے تھے، لیکن بعد میں اس پر ندامت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔

البتہ ہمارے زمانے میں مقتدیٰ بہ (جن کی اقتداء کی جاتی ہے) ائمہ سلف (مثل امام شافعی (المتوفی) امام احمد بن حنبل (المتوفی 241 ہجری)، امام اسحاق بن راہویہ (المتوفی 238 ہجری) اور امام ابوعبید (المتوفی 224 ہجری) علیہم الرحمۃ کے زمانے تک کا کلام لکھ کر قید کرلینا ہی متعین ہے (یعنی لکھنے نہ لکھنے کا اختیار ہمارے زمانے والوں کے لئے نہیں)۔(3)

(1) حضرت ابوبکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری المدنی علیہ الرحمۃ 50 ہجری میں پیدا ہوئے، مشہور تابعی بزرگ، بہت بڑے امام اور حافظ الحدیث ہیں حتی کہ اعلم الحفاظ (حفاظِ حدیث میں سب سے بڑھ کے علم والے) کہلاتے ہیں، 2200 احادیث کے راوی ہیں، جن میں سے نصف حصہ مسانید کا ہے، 124 ہجری، ماہ رمضان المبارک میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص83 تا 85، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حضرت ابومحمد صالح بن کیسان المدنی المؤدب علیہ الرحمۃ امام، حافظ اور ثقہ ہیں۔ 140 ہجری کے بعد فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج5، ص454 تا 456، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(3) پہلے دور کے لوگوں مثلاً صحابہ و تابعین علیہم الرحمۃ والرضوان کے حافظے قوی تھے، جس بنا پر انہیں علم کی بات یاد رکھنے کے لئے لکھنے، نہ لکھنے کا اختیا دیا گیا، لیکن ہمارے دور کے لوگوں کے وہ حافظے نہیں جیسا کہ یادگارِ اسلاف امیر اہلسنت محافظِ دین وملت حامی سنت ماحی بدعت عاشق اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں: ''آج کل باضے بھی کمزور ہیں اور حافظے بھی کمزور۔'' اس لئے ہمیں چاہئے کہ جب بھی علم کی کوئی بات سنیں، تو اُسے لکھ لیں کہ بعض روایات میں علم کو لکھ کر قید کر لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ امام حاکم علیہ الرحمۃ (المتوفی 405 ہجری) نے خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً روایت نقل کی: ''قیدوا العلم بالکتاب'' ترجمہ: علم کو لکھ کر قید کرلو۔ (المستدرک علی الصحیحین، ج1، ص187، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

کون سے امور سے بچنا ضروری ہے؟

انسان کو ہر اُس بات سے بچنا چاہئے، جو اسلاف کے بعد ایجاد ہوئی ہو، کیونکہ ان کے بعد ایسی کئی نئی چیزیں ایجاد کی گئیں، جن کی اصل قرآن و حدیث میں نہیں ملتی اور ایسے گروہ پیدا ہوئے، جو بظاہر اپنے آپ کو سنت اور حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں، جیسا کہ ظاہریہ (1) وغیرہ، حالانکہ حقیقت میں یہ لوگ سنت کے شدید مخالف ہیں،

(1) یہ ایک گمراہ فرقے کا نام ہے، جو ہر بات میں فقط حدیث کے ظاہر پر عمل کا دعویدار ہے، ابوبکر داؤد ظاہری کی طرف نسبت کی وجہ سے ''ظاہریہ'' کے نام سے موسوم ہے۔ شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان القادری الحنفی الماتریدی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفی 1340ہجری) اس فرقے کے متعلق فرماتے ہیں: ''ظاہریہ طائفہ ایست مخالف ائمہ اربعہ وسائر مجتہدین شاہ عبدالعزیز صاحب گفتہ اندا داؤد ظاہری ومتبعانش را از اہل سنت وجماعت شمردن درجہ مرتبہ ازجہل وسفاہت ست رافضیاں کہ ظاہریہ راسنی گرفتہ باقوال ایشاں بر اہلسنت اعتراض می کردند، شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاہریہ ہر گز از اہلسنت نیست، ایں جہل وسفاہت شماست کہ ایشاں راسنی گرفتہ برسنیان طعن مے کنید، امام ابن حجر مکی شافعی درکف الرعاع فرماید واعلم ان الائمۃ صرحوابان الظاھریۃ لایعتد بخلافھم، ولا یجوز تقلید احد منھم لانھم سلبوا العقول حتی انکرو االقیاس الجلی۔ نیز فرمود لانھم اصحاب ظاہریۃ محضۃ تکاد عقولھم ان تکون مسخت ومن وصل الی انہ یقول ان بالَ الشخص فی الماء تنجس او فی اناء ثم صبہ فی الماء یتنجس کیف یقام لہ وزن ویعدمن العقلاء فضلاء عن العلماء'' ترجمہ: ظاہریہ فرقہ تمام ائمہ مجتہدین کے خلاف ہے، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا ہے کہ داؤد ظاہری اور اس کے پیروکار کو اہلسنت سے شمار کرنا انتہائی جہالت ہے، رافضیوں نے ظاہریہ فرقہ کو اہلسنت کہہ کر ان کی باتوں کی وجہ سے اہلسنت پر اعتراض کئے ہیں، شاہ صاحب نے جواب میں رافضیوں کو فرمایا کہ ظاہری فرقہ ہرگز اہلسنت نہیں ہے، ان کو اہلسنت کہنا تمہاری انتہائی جہالت ہے،

کیونکہ یہ لوگ ائمہ سے جدا ہوئے (جبکہ سنت وحدیث میں تو اسلاف کی اتباع واقتداء کا فرمایا گیا) اور یہ لوگ ائمہ سے جدا ہو کر اپنی سمجھ پر چلتے ہیں یا اس وجہ سے کہ قرآن وحدیث سے یہ لوگ ایسے احکام ومسائل اخذ کرتے ہیں، جو ائمہ اسلاف نے اخذ نہیں فرمائے۔

اور اس کے ساتھ ساتھ متکلمین یا فلاسفہ کے کلام میں پڑنا، شر (بُرائی) کے سوا کچھ نہیں اور جو بھی اس میں سے کسی چیز میں پڑا، تو وہ شخص ان کی میل سے آلودہ ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 241 ہجری) نے فرمایا: ''جس نے بھی علمِ کلام میں نظر کی جہمی (جہمیہ فرقے کے اعتقادات والا) ہو گیا۔'' (جو علمِ کلام مذموم ہے، اُس کی تفصیل گزر چکی ہے) آپ علیہ الرحمۃ اور دیگر اسلاف کا یہی انداز تھا کہ اہل کلام سے بچتے تھے، اگرچہ (بظاہر) وہ سنت کی حمایت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔

جو لوگ جدید علمِ کلام (جس میں فلسفے کا اختلاط وغیر ضروری دقیق ابحاث کا التزام ہے) کو پسند کرتے اور اہل کلام کے پیچھے چلتے نیز بحث ومباحثہ اور مخاصمہ ومجادلہ کو ترک کرنے کی وجہ سے (اہلِ حق) اسلاف کی مذمت کرتے ہیں اور (معاذ اللہ عزوجل) انہیں جاہل بتاتے اور انہیں ''حشو'' کی طرف منسوب کرتے اور کہتے ہیں کہ انہیں (یعنی اسلاف کو) اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل نہ تھی یا انہیں دین کی معرفت نہیں، یاد رکھو! یہ سب باتیں شیطانی وساوس وابلیس کے ہتھکنڈے ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذالک۔۔)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) جس وجہ سے تم سنیوں پر اعتراض کرتے ہو، امام ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب ''کف الرعاع'' میں فرماتے ہیں: جاننا چاہئے کہ ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ کسی معاملے میں ظاہر یہ فرقہ کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے، کیونکہ وہ مسلوب العقل لوگ ہیں حتی کہ وہ قیاس جلی کا بھی انکار کرتے ہیں، نیز انہوں نے فرمایا کہ یہ لوگ محض ظاہری ہیں تقریبا بے عقل ہیں اور یہاں تک کہہ گئے کہ اگر کوئی شخص پانی میں پیشاب کرے، تو پانی ناپاک ہے اور اگر کسی برتن میں پیشاب کر کے پانی میں ڈال دے، تو پانی پاک ہے، ناپاک نہ ہوگا۔ تو ایسے لوگ کس شمار میں ہیں؟ ان کو اہل عقل میں شمار کرنا کیسے مناسب ہے؟ چہ جائیکہ ان کو علماء میں شمار کیا جائے۔''

(فتاوی رضویہ، ج11، ص479، 480، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علمِ باطن (تصوّف وطریقت) کے حوالے سے بعض لوگوں کی اختراعات

افعالِ قلب (اور اس کے توابع) اوراس کے معارِف میں سے علوم باطنیہ (یعنی تصوّف وطریقت) کے بارے میں محض اپنی رائے، ذوق اور کشف کی بناء پر کلام کرنا بھی بعدوالوں کی اختراعات میں سے ہےاور بہت بڑے خطرے کی بات ہے اور ائمۂ اسلام جیسا کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) وغیرہ نے اس کا رد فرمایا ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی علیہ رحمۃ اللہ الربانی (1) فرمایا کرتے تھے: ''اگر کبھی میرے ذہن میں قوم کے نکات (باریک باتوں میں سے) کوئی نکتہ آتا ہے، تو میں اُسے قبول نہیں کرتا، مگر جو دو عادل گواہوں یعنی قرآن وحدیث سے ثابت ہو جائے، اُسے قبول کر لیتا ہے۔''

اور حضرت سید الطائفۃ الصوفیۃ جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی (2) نے فرمایا: ''ہمارا تصوّف وطریقت کا علم کتاب وسنت میں مقیّد ہے، جس نے قرآن پاک نہ پڑھا

(1) حضرت ابوسلیمان عبد الرحمٰن بن احمد بن عطیہ دارانی علیہ رحمۃ اللہ الربانی نہایت عابد، زاہد صوفی بزرگ ہیں، ایک حدیث پاک ''من تواضع للہ فقد رفعہ اللہ'' ترجمہ: جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی اختیار کی، اللہ تعالیٰ اُسے بلندی عطا فرمائے گا۔ کو اپنی سند سے رایت فرماتے تھے، آپ علیہ الرحمۃ کے اقوال کو اہل تصوف بطورِ حجت پیش کرتے ہیں۔ 215 ہجری میں فوت ہوئے۔

(طبقات الصوفیہ، ص، 74، 75، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حضرت ابوالقاسم جنید بن محمد بن جنید الخزاز النہاوندي القواريري البغدادي شافعی علیہ الرحمۃ گروہ صوفیاء کے شیخ اور عظیم پیشوا ہیں، علم وعمل کے جامع اور حقیقی معنی میں تفقہ فی الدین رکھتے تھے۔ ماہ شوال 290 یا 297 ہجری میں فوت ہوئے۔ (سلم الوصول، ج1، ص419، مکتبۃ إرسیکا إستنبول ترکی)

اور حدیث نہ لکھی، ہمارے اس علم (تصوّف وطریقت) میں ایسے شخص کی اقتداء نہیں کی جائے گی۔"

اس باب میں بعض لوگوں نے زندیقیت ونفاق کی انواع کو داخل کر دیا اور معاذ اللہ عزوجل دعویٰ کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء انبیائے کرام سے بھی افضل ہیں اور یہ کہ اولیاء و انبیائے کرام سے مستغنی ہیں اور معاذ اللہ عزوجل وہ لوگ رُسُلِ عظام کی شریعتوں کی توہین پر مشتمل جملے بکتے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کے لئے) حلول واتحاد یا وحدۃ الوجود وغیرہ کا دعویٰ کرتے ہیں، جو کفر (1) اور فسوق وعصیان کے اصول (بنیادیں) ہیں جیسا کہ ممنوعاتِ شرعیّہ کے حلال ومباح ہونے کا دعویٰ کرنا اور انہوں نے راہِ تصوف میں کئی ایسی چیزیں داخل کر دیں، جو دین میں سے نہیں اور اُن میں سے ہر ایک اپنے تئیں اپنے ایجاد کردہ نظریئے کو درست ظاہر کرنے کے لئے اُسے مختلف نام دیتا رہا مثلاً بعض نے حرام تصویروں سے عشق اور ان کو دیکھتے رہنے کو مجاہدۂ نفس وریاضت قرار دیا، تو بعض نے لباسِ شہرت وغیرہ کے ترک کو کسرِ نفس اور تواضع

---

(1) آسان الفاظ میں وحدۃ الوجود کا معنیٰ یہ ہے کہ "وجود صرف ایک ذاتِ خدا کا ہے، اُس کے علاوہ کسی شئ کا وجود نہیں، بلکہ سب اُسی کے ظل وعکوس ہیں، سب کا وجود اُسی سے ہے، اُس کو آنِ واحد کے لئے بھی جدا مانا جائے، تو سب عدمِ محض کے سوا کچھ نہیں۔" اس بارے میں شیخ الاسلام امام اہلسنت مجدد دین وملت الشاہ امام احمد رضا خان القادری الحنفی الماتریدی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے فتاوی رضویہ شریف سے ایک تفصیلی اقتباس نقل کرتا ہوں، جس سے نظریۂ وحدۃ الوجود کی صحیح معنوں میں وضاحت ہو جائے گی اور بعض غلط فہمیاں بھی دور ہوں گی۔ چنانچہ فتاوی رضویہ میں ہے: "یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدارِ ایمان ہے اور اس میں شک کفر ہے اور وحدتِ وجود حق ہے، قرآن عظیم واحادیث وارشاداتِ اکابرِ دین سے ثابت اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمۂ کفر ہے، رہا اتحاد، وہ بیشک زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر، اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا، وہ بھی خدا، سب خدا۔ (ع)

"گر فرق مراتب نکنی زندیق ست" (ترجمہ: اگر تو فرق مراتب نہ کرے، تو زندیق ہے۔)

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) حاش للہ الہ، الہٰ ہے اور عبد، عبد، ہر گز نہ عبد، الہ ہوسکتا ہے نہ الہ، عبد اور وحدت وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال وعکوس ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (سورۃ القصص، پارہ 20، آیت 88)

(ترجمۂ کنز الایمان:) ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) فرماتے ہیں:

''الصدق کلمة الشاعر کلمة لبید الا کل شیء ما خلا الله باطل''

(صحیح بخاری، ج 2، ص 908، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: سچی بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو! اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کُتُب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے، سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی:

''فاشهد ان الله لا رب غیره وانك مامون علی کل غائب''

(ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جمیع غیوب پر امین ہیں۔)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

(المستدرک علی الصحیحین، ج 3، ص 609، ، دار الفکر، بیروت)

اقول یہاں فرقے تین ہیں:

اول: خشک اہل ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں، یہ وجود کو اللہ ومخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔

دوم: اہل حق وحقیقت کہ بمعنیٰ مذکور قائلِ وحدتِ وجود ہیں۔

سوم: اہل زندقہ وضلالت کہ الہٰ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص وشے کی الوہیت کے مُقِر ہیں۔ ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ، آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے، جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ایک ہی شئ کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے، ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔

﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى﴾ (سورۃ النحل، پارہ 14، آیت 60)

(ترجمۂ کنزالایمان: اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔)

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے:

اول: نا سمجھ بچے، انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے، یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی توہمیں ایسے ہی نظر آتا ہے جیسے وہ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں، تو عین یہ بھی اور وہ بھی، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے، یہ سب اسی کے عکس ہیں اگر اس سے حجاب ہوجائے، تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدوم محض ہوجائیں گے، ہوکیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں، حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے، باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم: اہل نظر و عقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بے شک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے، موجود ایک ہی ہے، یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حدِ ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے، اس تجلی سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے حاشا! عدمِ محض کے سوا کچھ نہیں اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم وفانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص ہیں، وہ تام یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیاۃ، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام، سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں؟ لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں، بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم: عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان نا سمجھ بچوں سے بھی گزر گئے، انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے، وہی ان کی جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سروں پر بھی، انہوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص، نقصانِ قوابل کے باعث ان میں تھی، خود بادشاہ کو ان کا مَورِد کر دیا، جب یہ وہی ہیں، تو ناقص، عاجز، محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انھیں ذمائم سے متصف ہے "تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا" (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند و بالا ہے)۔

انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک، وہاں جسے آئینہ کہیے وہ خود بھی ایک ظل پھر آئینے میں انسان کی صرف سطحِ مقابل کا عکس پڑتا ہے، جس میں انسان کے صفات مثل کلام و سمع و بصر و علم و ارادہ و حیات سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا، لیکن وجود حقیقی عز جلالہ کے تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفسِ ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پَرتَو ڈالا، یہ وجود اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ (ع)

"یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوآں
ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند"

(اس گھر میں ایک چراغ ہے اس کی روشنی سے ہر جا بارونق ہے۔ ت)

انہوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں: حقیقی ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنیٰ، بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے وہ حق حقیقت و عین معرفت، وللہ الحمد۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق۔ صلی اللہ تعالیٰ علیھم وعلی سیدھم ومولاھم وبارك وسلم۔"

(فتاوی رضویہ، ج14، ص641 تا644، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس مکمل اقتباس کے پیش نظر یہ باتیں واضح ہوتی ہیں:

(۱): اہل اللہ کا نظریہ وحدۃ الوجود حق ہے، جس کی اصل قرآن و حدیث سے ملتی ہے۔

(۲): یہ ایک خاص کیفیت اور حال والوں کا نظریہ ہے، اس کا تعلق ان اسلامی بنیادی عقائد سے نہیں کہ اس کی تفصیل کو جانتے ہوئے اس پر ایمان رکھنا ہر مسلمان پر ضروری ہو، بلکہ مسلمان کے لئے اتنا اعتقاد

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ضروری ہے کہ نظریہ وحدۃ الوجود حق ہے۔

(۳) بعض لوگ اس نظریے کا نام لیتے ہیں لیکن وہ اس کی باطل تشریح کرنے اور غلط اعتقاد رکھنے کی وجہ سے گمراہ ہیں کہ انہوں نے اس نظریے میں غور وفکر کیا اور اسے اتحاد وحلول کا رنگ دیا یا زندیقیت و ضلالت کی راہ اختیار کی اور اسے نام "وحدۃ الوجود" ہی کا دیا (حالانکہ حلول واتحاد کو نظریۂ وحدۃ الوجود سے دور کا بھی واسطہ نہیں)۔

(۴): یہ عوامی مسئلہ نہیں کہ اس پر غور وخوض کیا جائے، بلکہ نااہل کے لئے اس میں غور وخوض گمراہی کا سبب ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام اہلسنت علیہ الرحمۃ اس حوالے سے فرماتے ہیں: "اس میں غور وتامل یا موجب حیرت (یعنی حیران کن) ہے یا باعث ضلالت (یعنی گمراہی کا سبب)۔"

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، ص 109، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مذکورہ عبارت میں حضرت مصنف (ابن رجب حنبلی) علیہ الرحمۃ کا مقصود اہل حق صوفیاء کا رد کرنا بالکل نہیں، بلکہ سیاق کلام سے واضح ہے کہ یہاں وحدۃ الوجود سے مراد اُن متصوفین کا گھڑا ہوا نظریہ ہے، جو وحدۃ الوجود کی غلط تشریح کرتے اور اس میں اتحاد وحلول کے باطل نظریے کو داخل کرتے ہیں۔ ہمارے اس دعوے کی ان باتوں سے تائید ہوتی ہے:

(۱): نظریۂ وحدۃ الوجود کی اصل قرآن وحدیث سے ملی ہے اور ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ جیسی عالم وفاضل وصاحب تقویٰ شخصیت سے متصور ہی نہیں کہ وہ ایسے نظریے کو اصول کفر قرار دیں، جس کی اصل قرآن وحدیث میں موجود ہو۔

(۲): اس نظریے کا ثبوت ہزاروں علماء وصوفیاء حقہ اور اکابرِ دین کی عبارات سے ملتا ہے تو آپ علیہ الرحمۃ کی اس عبارت سے مطلقاً نظریۂ وحدۃ الوجود کو مردود بے اصل، بلکہ اصل کفر قرار دینا ان سب اکابرین کا رد اور ان کی تکفیر ہوگی، جبکہ آپ علیہ الرحمۃ کی اس کتاب کا مقصد ہی اہل حق اکابر کا دفاع ہے نہ کہ ان کے نظریات کا رد۔

(۳): آپ علیہ الرحمۃ نے جس پیرائے میں یہ عبارت ذکر کی اُس سے بھی واضح ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں، جو وحدۃ الوجود کو اتحاد یا حلول کہتے ہیں، جبکہ اہل حق کا نظریۂ وحدۃ الوجود اتحاد وحلول کی آمیزش سے قطعاً پاک وصاف ہے، لہٰذا اس عبارت کو اہل حق صوفیاء اور ان کے اس نظریۂ حقہ کے رد میں پیش کرنا بددیانتی اور خیانت ہے۔ (منہ عفی عنہ)

گمان کیا(1) اور بعض تو (معاذ اللہ عزوجل) ذکر اللہ اور نماز سے ایسے روکتے ہیں جیسے گانے باجے اور جس کی طرف دیکھنا حرام، اُس کی طرف نظر کرنے کی ممانعت ہے اور ان باتوں کی وجہ سے یہ لوگ ان کے مشابہ ہو گئے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا۔

تمام علوم میں سب سے نفع بخش علم؟

تمام علوم میں سے نفع بخش علم یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص کو ضبط (یاد) کیا اور اس کے معانی کو سمجھا جائے اور اس بارے میں صحابہ کرام وتابعین عظام اور تبع تابعین علیہم الرحمۃ والرضوان سے قرآن وحدیث کے جو معانی ومفاہیم ماثور ومروی ہیں اور حلال و حرام، زہد وتقویٰ، رقائق ومعارف وغیرہ کے بارے میں ان سے جو نقل کیا گیا، اُسی میں علم نافع منحصر ہے اور اولاً: (حسبِ طاقت واستطاعت) صحیح وسقیم میں امتیاز کی پوری کوشش کی جائے اور ثانیاً: اس کے معانی ومفاہیم کو جاننے کی مکمل طور پر کوشش کی جائے۔

یہ صاحبِ فہم اور علم میں مشغول شخص کے لئے کافی ہے (کہ اس بعد اسے اور کہیں جانے کی حاجت نہ رہے گی) اور جس نے مذکورہ طریقہ کار کے مطابق قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا اور اُس کی نیت خالص اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہو اور اللہ تعالیٰ سے امداد کا طلب گار ہو، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد ہو گی اور توفیقِ الٰہی وہدایت ربانی حاصل ہو گی اور درستی اور مسئلہ فہمی اور الہام جیسی دولت نصیب ہو گی اور اُس وقت یہ علم اُسے اپنا اصل پھل دے گا اور وہ خشیتِ الٰہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (سورۃ الفاطر، پارہ 23، آیت 28)

---

(1) شاید اس عبارت سے مصنف علیہ الرحمۃ کی مراد یہ ہے کہ صرف ان چیزوں کو ہی تواضع کا معیار قرار دینا درست نہیں کہ تواضع وانکساری کا تعلق تو دل سے ہے کہ بہت سے ایسے بھی ملیں گے بظاہر خرقۂ فقر اوڑھے ہیں، لیکن دل میں وہی پلیدی اور فخر وتکبر ہے، جبکہ کئی جبہ وقبہ میں ملبوس عاجزی کا پیکر۔

(منہ عفی عنہ)

ترجمۂ کنزالایمان: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں، جو علم والے ہیں۔

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی خشیت ہی کافی علم ہے اور اللہ تعالیٰ سے بے خبری ہی کافی جہالت ہے۔''

بعض سلف صالحین علیہم رحمۃ اللہ المبین نے فرمایا: ''کثرتِ روایت، علم نہیں، علم تو خشیتِ الٰہی کا نام ہے۔''

اور بعض نے فرمایا: ''جسے اللہ تعالیٰ کا خوف ہے، وہ عالم ہے اور جو اُس کا نافرمان ہے، وہ جاہل ہے'' اس بارے میں بزرگوں کا بہت زیادہ کلام موجود ہے۔

علم دو باتوں کی رہنمائی کرتا ہے، جن سے علم نافع اور غیر نافع کا امتیاز ہوتا ہے۔

علم کے بارے میں مذکورہ اقوال کا سبب یہ ہے کہ علم دو امور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(اول): علم اللہ تعالیٰ اور اس کی شایانِ شان اسماء و بلند صفات اور افعال کی معرفت کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور یہ اللہ جل شانہ کی جلالت و عظمت، خشیت و ہیبت، محبت ورجاء (امید) اور توکل و رضا بالقضاء اور صبر کو مستلزم ہے۔ (یعنی اللہ جل وعلا کی معرفت سے یہ تمام خوبیاں خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں)

(دوم): علم سے اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور رضا والے اور اُس کی ناپسندیدگی و ناراضی والے عقائد، ظاہری و باطنی اعمال واقوال کی پہچان حاصل ہوتی ہے، جس کا مُوجِب اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت ورضا کے کاموں کی طرف بڑھنا اور اس کی ناراضی والے امور سے دور رہنا ہے۔

☆☆☆☆☆

علم نافع کے ثمرات

پس جب صاحبِ علم میں اُس کا علم مذکورہ صفات پیدا کرے، تو یہ کہا جائے گا کہ یہ علم، علم نافع ہے اور جب علم (حقیقی معنوں میں) نافع ہوگا، تو دل اللہ تعالیٰ کے لئے جھک جائے گا اور اس کے لئے عاجزی وانکساری کرے گا، اُس کی ہیبت وجلال، خشیت ومحبت اور تعظیم کے لئے تابع ہوجائے گا اور جب دل میں خشوع آ گیا کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کے لئے تابعداری اور جھکاؤ پیدا ہو گیا، تو دنیا کے تھوڑے مالِ حلال پر بھی قناعت نصیب ہوجائے گی اور اُسی سے سیر ہوجائے گا (مزید کی طلب ختم ہوجائے گی) لہٰذا یہ قناعت اور دنیا میں زہد کا موجب اور ہر فانی چیز سے بے رغبتی کا سبب ہے مثلاً مال، عزت، فضول عیش وعشرت کہ (ان دنیوی نعمتوں) کی وجہ سے آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں بندے کا حصہ کم ہوتا ہے، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت ومرتبے والا ہی کیوں نہ ہو (تب بھی جتنی دنیوی آسائشیں اور نعمتیں استعمال کرے گا، اُس کے بدلے اسے ملنے والی اُخروی نعمتوں میں کمی ہوگی) جیسا کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ اسلاف نے فرمایا اور اسے مرفوعاً بھی روایت کیا گیا۔

اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک خاص معرفت پیدا ہوتی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگتا ہے، تو اللہ جلّ وعلا اُسے ضرور عطا فرماتا اور اگر دعا کرے، تو اُس کی دعا ضرور قبول فرماتا ہے، جیسا کہ ایک حدیث قدسی (1) میں ارشاد ہوتا ہے:

"لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ"

(1) حدیث قدسی سے مراد اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد پاک ہے، جو قرآن پاک میں بیان نہیں فرمایا گیا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حدیث پاک کے ذریعے امت تک پہنچا ہو۔ (منہ عفی عنہ)

ترجمہ: میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتی کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔

(اور پھر آگے اس کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"فلئن سألني لاعطينه ولئن استعاذني لاعيذنه"

(صحیح بخاری، ج8، ص105، دار طوق النجاۃ، بیروت)

ترجمہ: اگر وہ مجھ سے مانگے میں تو میں ضرور دیتا ہوں اور میری پناہ طلب کرے تو پناہ اُسے ضرور پناہ دیتا ہوں۔(1)

نیز ایک اور روایت میں ہے:

"ولئن دعاني لأجيبنه" (حلیۃ الاولیاء، ج10، ص99، دار الکتاب العربی، بیروت)

ترجمہ: اور وہ مجھ سے دعا کرے، تو میں ضرور قبول کرتا ہوں۔(2)

اور حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو تلقین فرمائی:

"احفظ الله يحفظك احفظ الله تجده امامك تعرف الى الله فى الرخاء يعرفك فى الشدة"

(ترمذی، ج4، ص667، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی مصر)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاؤ، وہ تمہاری حفاظت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آجاؤ، تم اُسے (اُس کی شان کے لائق) اپنے سامنے پاؤ گے اور آسانی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اللہ سختی میں تمہاری طرف توجہ فرمائے گا۔(1)

---

(1) شرح السنۃ میں اس حدیث پاک کے متعلق ہے: "هذا حديث صحيح" ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

(شرح السنۃ، ج5، ص20، المکتب الاسلامی، بیروت)

(2) مصنف علیہ الرحمۃ نے یہ حدیث "لئن دعاني لأجيبنه" کے الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب "جامع العلوم والحکم" میں بھی ذکر کی ہے، لیکن دیگر کتب حدیث مثلاً ترمذی، مسند احمد وغیرہ میں یہ حدیث ان الفاظ "ان دعاني اجبته" کے ساتھ ذکر کی گئی ہے۔ (منہ عفی عنہ)

اور جب بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان یہ خاص قرب ومعرفت پیدا ہو جائے، تو اُس کی شان یہ ہوتی ہے کہ بندہ ہر وقت اُس کی ذات کو اپنے قریب پاتا ہے اور خلوت میں اُس سے مانوس ہوتا نیز اُس کے ذکر اور اُس سے دعا ومناجات کی مٹھاس محسوس کرتا ہے اور یہ نعمت اُسے ہی میسر آتی ہے، جس کی خلوت وجلوت اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری میں گزرتی ہے جیسا کہ وہیب بن ورد علیہ الرحمۃ (2) سے پوچھا گیا کہ کیا نافرمان شخص کو نیکی کی مٹھاس ملتی ہے؟ تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''نہیں اور نہ ہی وہ شخص نیکی کی مٹھاس پاسکتا ہے، جو گناہ کا پختہ ارادہ رکھتا ہے۔''

جب بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے، تو اُسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ عارف باللہ کہلاتا ہے اور اُس کے اور رب تعالیٰ کے درمیان ایک خاص معرفت کا تعلق ہوتا ہے پھر جب وہ کچھ مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُسے دیتا ہے اور جب دعا کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی دعا قبول فرماتا ہے جیسا کہ حضرت شعوانہ علیہا الرحمۃ (3) نے حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ (4) کے دعا کے متعلق استفسار پر فرمایا: ''کیا تمہارے اور رب تعالیٰ کے درمیان (معرفت وقرب کا) وہ تعلق نہیں کہ جب تم دعا کرو، وہ قبول فرمائے۔'' یہ بات سن

---

(1) امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفٰی 279 ہجری) اس حدیث پاک کو نقل کر کے فرمایا: ''هذا حديث حسن صحيح'' ترجمہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(ترمذی، ج4، ص667، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(2) حضرت وہیب بن الورد علیہ الرحمۃ عابد، زاہد واعظ اور ثقہ بزرگ ہیں، متعدد ائمۂ اسماء الرجال نے آپ کی توثیق فرمائی اور آپ 153 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تہذیب التہذیب، ج11، ص170، مطبعة دائرة المعارف النظامية، الهند)

(3) حضرت شعوانہ علیہا الرحمۃ انتہائی نیک، خشیت وخوف خدا رکھنے والی اللہ جل شانہ کی بندی تھیں۔

(البدایۃ والنہایۃ، ج10، ص177، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

(4) حضرت ابو علی فضیل بن عیاض التمیمی الیربوعی علیہ الرحمۃ بہت بڑے امام، عابد، زاہد اور ثقہ بزرگ ہیں۔ 187 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج1، ص180، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

کہ حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمۃ (المتوفی 187 ہجری) پر غشی طاری ہوگئی۔

اور جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے، تو دنیا و برزخ اور محشر کے تمام مصائب و آلام میں اللہ تعالیٰ اُسے کافی ہوگا (اور اُس پر خصوصی کرم فرمائے گا) اور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی (گزشتہ) تلقین، جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرمائی، میں اسی طرف اشارہ ہے کہ فرمایا: ''آسانی کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو! اللہ سختی کے دنوں میں تمہاری طرف (خصوصی) توجہ فرمائے گا۔''

حضرت معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی (1) سے عرض کی گئی کہ آپ کو کیا چیز عبادت، موت کے ذکر اور قبر و جنت کے ذکر پر برانگیختہ کرتی ہے؟ آپ علیہ الرحمۃ نے ارشاد فرمایا: ''ہر چیز کی بادشاہی اُسی (وحدہٗ لاشریک) کے قبضۂ قدرت میں ہے، جب تیرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان (خاص) معرفت کا تعلق ہو جائے، تو ان تمام میں وہی تجھے کافی ہوگا (یعنی یہ خاص تعلق ہی ان تمام امور پر ابھارنے کے لئے کافی ہے)۔''

علم نافع کیا ہے؟

علم نافع سے مراد وہ علم ہے جو بندے اور معبودِ برحق جل وعلا کے درمیان خاص معرفت کے ضمن میں معلوم ہوا اور جس کی طرف رہنمائی کی گئی ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کے ساتھ انس و محبت حاصل ہو اور اُس کے قرب سے حیاء محسوس ہو اور بندہ عبادت ایسے کرے گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے، اسی وجہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت نے فرمایا کہ ''سب سے پہلے جو علم اٹھایا جائے گا، وہ خشوع (عاجزی وانکساری) ہے۔''

اور حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کچھ ایسے لوگ ہیں، جو قرآن تو پڑھتے ہیں، لیکن قرآن کی ان کی ہنسلی کی ہڈی سے آگے نہیں گزرتا اور جب علم دل میں راسخ ہو تو نفع دیتا ہے۔''

---

(1) حضرت ابو محفوظ معروف بن فیروز الکرخی علیہ الرحمۃ مشہور و معروف عابد، زاہد و صوفی ہیں۔ 200 ہجری میں فوت ہوئے۔ (وفیات الاعیان، ج5، ص233، دار صادر، بیروت)

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ (1) نے فرمایا: ''علم کی دو قسمیں ہیں: وہ علم جو فقط زبان کی حد تک ہے، ایسا علم ابن آدم پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے اور دوسرا وہ علم جو دل میں (راسخ) ہو، ایسا عَلم، علم نافع ہے۔''

اور سلف صالحین رحمھم اللہ المبین فرماتے تھے: ''علماء کی تین اقسام ہیں: پہلا وہ عالم، جو اللہ تعالیٰ کا اور اُس کے احکام کا علم رکھتا ہے اور دوسرا وہ عالم، جسے اللہ تعالیٰ کا علم ہے، لیکن احکامِ الٰہی کا علم نہیں اور تیسرا وہ عالم، جو احکامِ الٰہی تو جانتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا علم نہیں رکھتا۔'' اور ان میں سب میں زیادہ کامل پہلے نمبر والا عالم ہے اور یہی وہ عالم ہے، جو اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کے احکام کی معرفت رکھتا ہے۔

جب ایسا علم ہو، تو بندے کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ علم کے ذریعے ذاتِ خدا پر استدلال کرتا ہے تاکہ معرفتِ خداندی نصیب ہو اور جب اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اُسے اپنا مقترب بندہ بنالیتا ہے اور پھر جب یہ دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے جیسا کہ ایک اسرائیلی روایت (2) میں ہے: ''اے ابن آدم! مجھے تلاش کر، تو مجھے پالے گا اور اگر تو نے مجھے پالیا، تو تجھے ہر چیز مل گئی اور اگر تو مجھے پانے میں کامیاب نہ ہوا، تو تو نے ہر چیز کو کھودیا اور تجھے سب سے بڑھ کر مجھ سے محبت ہونی چاہئے۔''

حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ (3) رات کے وقت ان اشعار کو بار بار پڑھا

---

(1) حضرت حسن بن ابوالحسن البصری علیہ رحمۃ اللہ القوی فقیہ، عادل اور ثقہ ہیں، کئی دفعہ ارسال اور تدلیس کے ساتھ روایت کرتے ہیں (لیکن ان کی مرسل و مدلس روایت ان کی ثقاہت کی وجہ سے مقبول ہے)۔ 110 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب، 160، دار الرشید، سوریا)

(2) اسرائیلیات سے مراد اہل کتاب کی وہ روایات ہیں، جو یہود و نصاریٰ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں، ان کے مقبول و مردود ہونے کے اعتبار سے اصول یہ ہے کہ اگر اُس روایت میں ایسی بات ہو جو دین اسلام کے مخالف ہو، تو وہ مردود و ناقابلِ اعتماد ہے اور اگر دین اسلام کے موافق ہو، تو مقبول اور جس کے موافق یا مخالف ہونے کی تصریح نہ ملے، اُس میں خاموشی اختیار کی جائے گی۔ (منہ عفی عنہ)

(3) حضرت ابوالفیض ثوبان بن ابراہیم المصری علیہ الرحمۃ اہل طریقت میں سے عابد وزاہد بزرگ ہیں،

کرتے تھے (جن کا ترجمہ یہ ہے): اے لوگو! جو کچھ میں نے اپنے لئے پالیا ہے، وہ تم بھی اپنے لئے طلب کرو، میں نے اپنے لئے ایسا مرتبہ پالیا، جس کی خواہش کرنا کسی قسم کا عیب نہیں، اگر میں اُس سے کسی لمحے دور ہوا، تو اُس نے مجھے اپنا قرب بخشا اور اگر قریب ہوا، تو مزید قرب عطا فرمایا۔

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 241 ہجری) حضرت معروف کرخی علیہ رحمۃ اللہ القوی (المتوفیٰ 200 ہجری) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ علم کی اصل اُن کے پاس ہے اور وہ خشیتِ الٰہی ہے۔ (اور پھر اصل علم کے متعلق فرماتے کہ وہ دو چیزوں کا علم ہے)

(۱): اصل علم سے مراد اللہ جل شانہ کی پہچان ہے، جس سے اُس کا خوف و خشیت و محبت اور قرب، انس اور اُس کی طرف شوق حاصل ہو۔

(۲): اور اصل علم یہ ہے کہ احکامِ خدا کو جانا جائے اور قول یا عمل یا حال یا اعتقاد میں سے جو اللہ تعالیٰ کو پسند اور راضی کرنے والے ہیں، اُنہیں جانا جائے۔

پس جس کے پاس یہ دو علم ہیں، اُس کا علم، علم نافع ہے اور اُسے علم نافع، قلب خاشع (خوفِ خدا سے لبریز دل) قناعت والا نفس اور مستجاب (مقبول) دعا کی دولت حاصل ہو جائے گی۔

اور جس نے اس علم نافع کو کھو دیا وہ اُن چار چیزوں میں پڑ جائے گا، جن سے نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب فرمائی (1) اور اُس کا علم وبال اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے مخالف دلیل و حجت ہوگا کہ انہیں اس کا نفع نہیں ہوگا، کیونکہ اُس نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) ذوالنون مصری کے نام سے مشہور ہیں۔ 245 ہجری میں فوت ہوئے۔

(تاریخ اربل، ج 2، ص 646، دار الرشید، عراق)

(1) اس عبارت میں اُس حدیث پاک کی طرف اشارہ ہے، جو ابتداءِ کتاب میں ذکر کی گئی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے چار چیزوں سے پناہ مانگی اور وہ یہ ہیں: ایسا علم، جو نفع نہ دے اور ایسا دل، جس میں خوف خدا نہ ہو اور ایسی جان، جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا، جو مقبول نہ ہو۔ (منہ عفی منہ)

دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہی نہیں اور اُس کا نفس دنیا سے سیر نہیں ہوگا، بلکہ اُس کی حرص اور دنیا طلبی مزید بڑھے گی اور اُس کی دعا مقبول نہیں ہوگی، کیونکہ ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجا آوری نہیں کرتا اور اُس کے منع کردہ کاموں سے نہیں رُکتا۔

البتہ یاد رہے! اُس کا علم فی نفسہ ایسا ہے، جس سے نفع حاصل کرنا ممکن ہے (اگرچہ اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اُس نے نفع نہ پایا)، کیونکہ اُس نے قرآن وحدیث سے علم لیا اور اگر اس کے علاوہ کسی اور چیز سے حصولِ علم کرتا، تو اُس کا علم ہی سرے سے غیر نافع ہوتا اور اُس سے نفع ممکن ہی نہیں، بلکہ اُس کا ضرر اُس کے نفع سے بڑھ کے ہے۔

علم غیر نافع اور اس کے حامل شخص کی علامات

علم غیر نافع کی درج ذیل علامات ہیں:

☆ اس کی وجہ سے غرور و تکبر، دنیا میں اونچے مرتبے کی طلب اور اس علم میں دوسروں سے لڑائی جھگڑا کرنے کی چاہ (آرزو) پیدا ہوتی ہے۔

☆ علمائے کرام سے جھگڑنے اور بے وقوفوں سے لڑنے نیز لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی طلب و چاہت جیسی خطرناک اور مہلک خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں، جبکہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے ان امور کی وجہ سے علم سیکھا، تو پھر ایسے علم کا نتیجہ آگ ہے۔''

ایسا علم رکھنے والوں میں سے کئی ایسے بھی ہیں، جو معرفت الٰہی اور اُس کے طالب ہونے اور اُس کے سوا ہر چیز سے اعراض کرنے کے دعویدار نظر آتے ہیں، حالانکہ ان دعووں سے ان کا مقصد فقط یہ ہوتا ہے کہ امراء وسلاطین کے دل اُن کی طرف کھچتے چلے آئیں اور وہ لوگ اُن سے اچھا گمان رکھیں، اُن کے پیچھے چلنے والے افراد کی کثرت ہو اور اس طرح وہ لوگوں کے نزدیک معظم شخصیت بن جائیں۔

☆ علم کے غیر نافع ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس کے بل بوتے پر، بعض لوگ ولایت کے دعوے دار بن بیٹھتے ہیں جیسا کہ بعض اہل کتاب نے دعویٰ کیا اور قرامطہ

اور باطنیہ(1) وغیرہ نے دعوی کیا، حالانکہ یہ ائمہ اسلاف کے طرز وروش کے بالکل خلاف ہے کہ وہ تو ظاہر وباطن کے اعتبار سے اپنے نفوس قدسیہ کو حقیر تر گمان کرتے اور عاجزی کے پیکر ہوتے تھے (نہ کہ بظاہر دعوے کچھ تو باطن میں کچھ۔۔۔)

امیر المؤمنین خلیفہ دوم حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "جو اپنے آپ کو عالم بتائے وہ جاہل ہے اور جو اپنے آپ کو مؤمن کہے وہ کافر ہے اور جو اپنے آپ کو جنتی کہے وہ جہنمی ہے۔"

☆حق کو قبول نہ کرنا اور حق کی پیروی نہ کرنا نیز اہل حق اور حق گو شخص پر اپنے آپ کو بڑا گمان کرنا بالخصوص جبکہ لوگوں کی نظروں میں یہ (بظاہر) اہل حق سے بڑا سمجھا جاتا ہو اور اس وجہ سے باطل پر مُصِر رہنا کہ قبول حق کی صورت میں لوگ مجھ سے دور ہو جائیں گے، یہ بھی علم غیر نافع کی علامات میں سے ہے۔

کئی دفعہ ایسے لوگ بظاہر اپنی زبانوں سے اپنے آپ کو حقیر و ذلیل (وغیرہ وغیرہ) کہتے سنائی دیتے ہیں تا کہ لوگ ان کے بارے میں یہ گمان رکھیں کہ (ماشاء اللہ عزوجل) یہ کتنے عاجز و منکسر ہیں اور اس طرح ان کی تعریفیں کی جائیں، حالانکہ یہ دقائق ریا (دکھلاوے کی باریک باتوں میں سے) ہے جیسا کہ تابعین عظام اور اُن کے بعد کئی علمائے کرام علیہم الرحمۃ نے اس پر متنبہ فرمایا ہے۔

اُن میں سے بعض اپنی تعریف و تحسین پر خوش ہوتے ہیں، جو اخلاص اور صدق کے قطعاً منافی ہے، کیونکہ صادق و مخلص شخص ان معاملات میں اپنے آپ پر نفاق کا خوف کرتا اور برے خاتمے سے ڈرتا ہے اور کسی کی مدح وستائش کو قبول کرنے سے ہمیشہ اعراض کرتا ہے (نہ کہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوتا پھرے، بلکہ اللہ جل شانہ کا نیک بندہ تو اپنی تعریف و تحسین وغیرہ امور پر اور زیادہ محتاط ہو جاتا ہے)۔

---

(1) یہ دونوں گمراہ فرقے ہیں، جن کا کہنا ہے کہ قرآن وحدیث کی نصوص کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن جیسا کہ کسی پھل پر اوپر چھلکا اور اندر اصل میوہ ہوتا ہے اسی طرح قرآن وحدیث کی اصل ان کا ظاہر نہیں، بلکہ باطنی معنیٰ ہے جسے ماہر علماء ہی جانتے ہیں اور اس سے اُن کا مقصد ظاہری احکامِ شرع کا انکار کرنا ہے، معاذ اللہ عزوجل ان لوگوں کی گمراہی پر مبنی اور بھی کئی باتیں کتب میں مندرج ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

علم نافع اور اس کے حامل شخص کی علامات

علم نافع اور علم نافع رکھنے والے شخص کی علامات درج ذیل ہیں:

☆ایسے علم کے حامل حضرات اپنے آپ کو صاحبِ حال اور صاحبِ مقال خیال نہیں کرتے اور نہ یہ پسند نہیں کرتے کہ انہیں کوئی پارسا و نیکوکار و پرہیزگار کہے یا کوئی ان کی تعریف کرے، یوں ہی خود بھی اپنے تزکیہ اور تحسین سے گریز کرتے ہیں نیز کسی کو از راہِ تکبر اپنے آپ سے حقیر نہیں جانتے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمۃ (المتوفی 110 ہجری) نے ارشاد فرمایا: "(حقیقی) فقیہ دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں رغبت رکھنے والا، اپنے دین پر نظر رکھنے والا اور اپنے رب جل شانہ کی عبادت کرنے والا ہوتا ہے۔"

ان ہی سے ایک اور روایت میں یوں مروی ہے کہ فرمایا: "فقیہ اپنے سے بلند مرتبہ والے سے حسد نہیں کرتا اور کم مرتبے والے پر تمسخر نہیں کرتا اور جو علم اللہ تعالیٰ کے لئے سیکھا، اُس پر کسی قسم کی اجرت وصول نہیں کرتا۔"

اس آخری کلام کے ہم معنیٰ ایک روایت حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

☆ایک نشانی یہ ہے کہ علم میں اضافے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور اُس کی عاجزی و انکساری اور خوف و خشیت میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

بعض سلف صالحین رحمہم اللہ المبین نے فرمایا: "عالِم دین کے لئے مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بطورِ تواضع و عاجزی اپنے سر پر مٹی ڈالے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اُس کے علم و معرفت میں اضافہ ہوگا، تو اُس کے خوفِ خدا اور محبت میں بھی اضافہ ہوگا اور (اس علم کی بدولت) اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی عاجزی و انکساری بڑھے گی۔"

☆علم نافع کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علم نافع اپنے حامل و صاحب کو دنیا، اُس کی ریاست وحکومت اور شہرت ومدح سے دور بھاگنے کی رہنمائی کرتا ہے اور ان برائیوں سے جان چھڑانے کی کوشش میں لگ جانا، علم نافع کی علامات میں سے ہے حتی کہ اگر ان امور میں سے کوئی چیز اُسے بلاقصد بھی حاصل ہو، تو وہ شخص اس کے انجام (کے بارے میں اللہ تعالی کی خفیہ تدبیر) سے شدید خوف میں مبتلاء رہتا ہے کہ کہیں یہ کوئی امتحان وآزمائش وغیرہ تو نہیں؟؟؟ جیسا کہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ (المتوفی 241 ہجری) اپنی شہرت کے وقت اور بعدِ شہرت (اللہ تعالی کی خفیہ تدبیر سے) خوف زدہ رہتے تھے۔

☆علم نافع کی ایک علامت یہ ہے کہ علم نافع والا اپنے علم کے دعوے نہیں کرتا اور اس کی وجہ سے نہ ہی کسی پر فخر کرتا ہے نیز دوسروں کو جاہل نہیں کہتا سوائے اُس کے جو سنت اور اہل سنت کے مخالف ہو کہ وہ ایسے لوگوں کے معاملے میں شدید غصے وترش انداز میں بات کرتا ہے اور یہ سب بھی وہ اپنے لئے یا کسی پر اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے نہیں کرتا، بلکہ خالص اللہ تعالی کی رضا کی خاطر کرتا ہے۔(1)

☆☆☆☆☆

(1) پتا چلا کہ بدمذہبوں اور گستاخانِ بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معاملے میں شدت وسختی اسلاف کا طریقہ اور اہل حق کی نشانی ہے۔ (منہ عفی عنہ)

نقصان دہ علم اور ایسے علم والے کی علامت

جس کا علم نافع نہ ہو وہ تو اسی کام میں لگا رہتا ہے کہ لوگوں میں اسے برتری حاصل رہے (اس کے لئے وہ اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے) مثلاً لوگوں پر اپنی فضیلت ظاہر کرنا اور انہیں جاہل کہنا اور ان کے مرتبے کو گھٹانا وغیرہ اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے بلند وبرتر رہے یہ بہت بری خصلتوں میں سے ہے اور کئی دفعہ تو اپنے سے ماقبل علمائے اسلام کی طرف جہالت وسہو وغفلت کی نسبت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا کہ اس طرح لوگ اس سے محبت اور اس کے بارے میں اچھا گمان رکھیں اور اسلاف کرام سے بدظن ہوجائیں۔

اور علم نافع کے حامل علمائے کرام (بطورِ عاجزی) اپنے آپ کو برا جانتے اور ماقبل ائمہ سلف سے حسنِ ظن رکھتے اور دل وجان سے اسلاف کی فضیلت کا اقرار کرتے ہیں اور ان کے بلند مراتب تک پہنچنے، بلکہ ان کے قریب پہنچنے سے بھی عجز کا اظہار کرتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ (1) سے جب پوچھا گیا کہ حضرت علقمہ علیہ الرحمۃ (2)

---

(1) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی علیہ الرحمۃ عظیم مجتہد، محدث وعابد وزاہد اور جلیل القدر تابعی بزرگ ہیں (دنیا میں سب سے بڑا فقہی مذہب فقہ حنفی آپ ہی کی طرف منسوب ہے)، 70 ہجری میں پیدا ہوئے، حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ متعدد صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت نصیب ہوئی۔ 150 ہجری میں وصال فرمایا۔ (آپ علیہ الرحمۃ کے مناقب بے شمار ہیں حتی کہ اس بارے میں کئی مبسوط وطویل کتب لکھی گئی ہیں)۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 126، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(2) حضرت ابوشبل علقمہ بن قیس بن عبداللہ النخعی علیہ الرحمۃ حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمۃ (المتوفی 96 ہجری) کے خالو اور حضرت اسود علیہ الرحمۃ کے چچا ہیں، حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات ظاہر میں پیدا ہوئے، کئی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے سماع ثابت ہے اور بہت بڑے فقیہ تھے۔ 62 ہجری میں فوت ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج 1، ص 39، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

افضل ہیں یا حضرت اسود علیہ الرحمۃ (1)؟ تو آپ علیہ الرحمۃ نے کیا ہی خوب جواب ارشاد فرمایا!! چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! ہم ان (بلند رتبہ اشخاص) کا ذکر کرنے کے اہل نہیں، تو ہم ان کے مابین ایک کو دوسرے پر فضیلت کیسے دے سکتے ہیں؟''

حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ (المتوفی 181 ہجری) جب سلف صالحین رحمہم اللہ المبین کے اخلاق کا ذکر فرماتے، تو یہ شعر پڑھا کرتے تھے (جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے): ''ہمارے ذکر کو ان کے ذکر کے ساتھ پیش نہ کرو کہ جو تندرست و توانا اپنے پاؤں پر چلنے والا ہے، وہ اُس کی طرح نہیں ہو سکتا، جو کُولہوں کے بل گھسٹ کر چلتا ہو۔''

جس کا علم نفع مند نہیں ہوتا جب وہ اپنے کثرتِ کلام اور بتکلّف کئے گئے مسجع و مقفی کلام کو دیکھتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں اللہ جلّ وعلا کی بارگاہ میں بھی متقدمین اسلاف پر علم و مرتبے کے اعتبار سے فائق و فضیلت والا ہوں اس فضیلت کی وجہ سے، جو (اس کے خیال میں) ماقبل بزرگوں کے مقابلے میں خاص اسے حاصل ہے (یعنی طویل و مسجع مقفی کلام کرنا) اور معاذ اللہ عزوجل اسلاف کو حقارت کی نظر سے دیکھتا اور ان پر قلّتِ علم کا عیب لگاتا ہے، حالانکہ وہ مسکین یہ نہیں جانتا کہ اسلاف کے قلّتِ کلام کی وجہ ان کا ورع و تقویٰ اور خشیتِ الٰہی ہے، اگر وہ طولِ کلام کا ارادہ فرماتے، تو یقیناً کر سکتے تھے جیسا کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک گروہ کو ایک دینی معاملے (تقدیر کے بارے) میں جھگڑتے سنا، تو فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے خوف نے خاموش کر رکھا ہے، حالانکہ نہ تو وہ گونگے ہیں نہ ہی کلام سے عاجز ہیں، وہ ایسے علماء، فصحاء، طلقاء (خوش بیان) و نبلاء (معزز و ذہین لوگ) ہیں، جو اللہ عزوجل کے انعامات اور عذاب سے باخبر ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کا ذکر کرتے وقت

---

(1) حضرت ابو عمرو اسود بن یزید بن قیس النخعی علیہ الرحمۃ تابعی، فقیہ اور ثقہ بزرگ ہیں، آپ علیہ الرحمۃ کی عبادت و ریاضت کافی مشہور ہے۔ 75 ہجری میں فوت ہوئے۔

(الثقات لابن حبان، ج4، ص31، دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد الدکن الہند)

ان کی عقلیں دنگ، دل شکستہ اور زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں حتی کہ جب وہ اس کیفیت سے افاقہ پاتے ہیں، تو اعمالِ صالحہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی پانے) کی طرف جلدی کرتے ہیں اور وہ حضرات (بطورِ عاجزی) اپنے آپ کو غافلین میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ انتہائی عقلمند اور طاقتور ہوتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ظالموں اور خطا کاروں میں شمار کرتے ہیں، حالانکہ وہ نیکوکار اور گناہوں سے بیزار ہوتے ہیں، مگر وہ اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کی کثرت کی خواہش نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کے لئے قلیل اعمال پر راضی نہیں ہوتے اور نہ ہی اپنے اعمال پر بھروسہ کرتے ہیں، تم جہاں بھی ان سے ملو گے، انہیں غمگین اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا پاؤ گے۔"

اسے امام ابونعیم علیہ الرحمۃ (المتوفی 430 ہجری) وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل (المتوفی 241 ہجری) اور امام ترمذی (المتوفی 279 ہجری) علیہما الرحمۃ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ (1) سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الحیاء والعی شعبتان من الایمان والبذاء والبیان شعبتان من النفاق" (ترمذی، ج4، ص375، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، مصر)

ترجمہ: حیاء اور اپنی زبان کو روک لینا (کم گوئی) ایمان کا حصہ ہیں اور فحش گوئی اور زیادہ بولنا نفاق کا حصہ ہیں۔

امام ترمذی علیہ الرحمۃ (المتوفی 279 ہجری) نے اس حدیث پاک کو حسن اور امام حاکم علیہ الرحمۃ (المتوفی 405 ہجری) نے اس پر صحت کا حکم لگایا ہے۔

حضرت ابن حبان علیہ الرحمۃ (المتوفی 354 ہجری) نے اپنی صحیح میں حضرت سیدنا

---

(1) حضرت ابوامامہ صدی بن عجلان بن وہب الباہلی رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں کئی احادیث آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ 91 سال کی عمر پا کر 86 ہجری میں فوت ہوئے۔

(الهداية والإرشاد في معرفة أهل الثقة والسداد، ج1، ص366، دار المعرفة، بيروت)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"البیان من اللہ والعی من الشیطان ولیس البیان بکثرۃ الکلام ولکن البیان الفصل فی الحق ولیس العی قلۃ الکلام ولکن العی من سفہ الحق"

(صحیح ابن حبان، ج13، ص113، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

ترجمہ: بیان اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور عیّ شیطان کی طرف سے ہے اور بیان کثرتِ کلام کا نام نہیں، بلکہ بیان سے مراد حق کے بارے میں زیادہ (علم) ہے اور عیّ سے مراد (محض) زبان کو روکنا اور قلتِ کلام نہیں، بلکہ اس سے مراد حق کو جاننے سے خود روکنا اور حق سے جاہل ہونا ہے۔(1)

مراسیلِ محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمۃ (2) میں مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں، جو دنیا میں بندے کے لئے (بظاہر) نقصان (کمی) کا سبب ہیں اور آخرت میں ان کے ذریعے بندہ بہت عظیم مقام پائے گا، پھر اُن چیزوں کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"الرحم والحیاء وعی اللسان"

ترجمہ: (وہ چیزیں یہ ہیں) رحم، حیاء اور زبان کو کلام سے روکنا ہے۔

---

(1) حضرت ابو الحسن علاء الدین بن عطار علیہ الرحمۃ (المتوفی 724 ہجری) اس حدیث پاک کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "حدیث صحیح" ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔(العدۃ فی شرح العمدۃ، ج3، ص1364، دار البشائر الإسلامیۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع، بیروت، لبنان)

(2) حضرت محمد بن کعب بن سلیم القرظی علیہ الرحمۃ فقہ و علم کے اعتبار سے اہل مدینہ کے علماء و فضلاء میں سے تابعی بزرگ ہیں، حضرت سیدنا ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہما وغیرہما صحابہ کرام علیہم الرضوان سے احادیث مبارکہ روایت فرماتے ہیں۔ 118 ہجری میں فوت ہوئے۔(الثقات لابن حبان، ج5، ص351، دائرۃ المعارف العثمانیۃ بحیدر آباد الدکن، الھند)

حضرت عون بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ (1) نے فرمایا: ''تین چیزیں ایمان میں سے ہیں (اور وہ یہ ہیں): حیاء، پاکدامنی اور عِیّ یعنی زبان کا کم گو ہونا، یہاں دل کا حق سے بے خبر ہونا یا عمل سے عاجز ہونا مراد نہیں اور یہ تینوں ایسی چیزیں ہیں، جو دنیا میں کمی اور نقصان کا باعث ہیں اور آخرت میں (اجر وثواب کی) زیادتی کا سبب ہیں اور جو آخرت میں زیادتی کا سبب ہو، وہ اُس سے (یقیناً) بڑی ہے، جو (صرف بظاہر) دنیا میں کمی کا سبب ہو۔'' یہ روایت بسندِ ضعیف مرفوعاً بھی نقل کی گئی ہے۔

بعض اسلاف نے فرمایا: ''اگر کوئی شخص کسی مجلس میں بیٹھے اور لوگ اسے دیکھ کر اُس کے بولنے سے عاجز (یعنی اس کے گونگا) ہونے کا گمان کریں، حالانکہ وہ بولنے سے عاجز نہیں (سن لو!) بے شک وہ مسلم فقیہ (بڑا عالم) ہے۔''

اسلاف کی پیروی اور ان سے حسن عقیدت ضروری ہے

پس جس نے اسلاف کی قدر ومنزلت کو پہچان لیا، تو وہ ان کی خاموشی کے راز سے بھی باخبر ہو جائے گا کہ اُن کا کثرتِ کلام، جدال وخصام (لڑائی جھگڑے) سے اجتناب اور حاجت سے زائد کثرتِ بیان سے خاموش رہنا کس وجہ سے ہے؟ اور وہ جان لے گا کہ ان کی خاموشی جہالت یا کلام سے عاجز ہونے کی بنا پر ہرگز نہیں، بلکہ وہ تو ورع وتقویٰ اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے کم گوئی کو اختیار کرتے ہیں اور وہ ہر غیر نافع چیز سے اعراض کرتے ہوئے، اُس چیز کو اپناتے ہیں، جو نفع بخش ہو۔

تو جس نے ان اسلاف کی پیروی اختیار کی وہ ہدایت یافتہ ہے اور جو ان کے علاوہ دوسروں کی راہ چلتے ہوئے کثرتِ سوال، بحث ومباحثہ، جدال، قیل وقال میں پڑ گیا، تو اس کی دو صورتیں ہیں:

---

(1) حضرت ابو عبد اللہ عون بن عبد اللہ بن عتبہ الکوفی الہذلی علیہ الرحمۃ تابعی بزرگ، فقیہ اور ثقہ راوی حدیث ہیں، کئی دفعہ ارسال کرتے ہیں (لیکن بوجہ ثقاہت ان کی مرسل روایت بھی مقبول ہے)۔ 110 سے 120 ہجری کے درمیان فوت ہوئے۔ (سیر اعلام النبلاء، ج5، ص103 تا105، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

(۱): اگر وہ بزرگوں کے فضل و مرتبے کا معترف ہو اور اپنے نقص و کم علمی کا مُقِر (اقرار کرتا) ہو، تو اُس کا حال پہلے والے شخص (جو ہدایت یافتہ ہے) کے قریب ہے۔

حضرت ایاس بن معاویہ علیہ الرحمۃ (1) نے فرمایا: ''ہر وہ شخص جو اپنے عیب کو نہیں جانتا، وہ احمق ہے۔ آپ سے کہا گیا: آپ کا عیب کیا ہے؟ فرمایا: ''کثرتِ کلام۔''

(۲): اگر وہ اپنے لئے فضل و مرتبے کا مدّعی ہو اور ماقبل بزرگوں کے لئے نقص و عیب اور جہالت کا قائل ہو، تو ایسا شخص کھلا گمراہ اور بڑے خسارے میں ہے۔

اہلِ زمانہ کی حالت وکیفیت

اس فاسد زمانے (2) میں لوگوں کی حالت وکیفیت دو طرح کی ہے:

(۱): آدمی چاہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عالم ہو۔

(۲) یا پھر یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کی نظروں میں وہ عالم شمار کیا جائے۔

اگر وہ پہلی صورت پر راضی ہے، تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو جاننے ہی پر اکتفاء کرے نیز جس بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان معرفت کا تعلق ہو، تو اُسے اللہ تعالیٰ کی معرفت ہی کافی ہوتی ہے۔

اور جو شخص صرف لوگوں کی نظروں میں عالم ہونے پر راضی ہوتا ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس فرمان کے تحت داخل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من طلب العلم ليباهي به العلماء او يماري به السفهاء او يصرف به وجوه الناس فليتبوأ مقعده من النار''

(سنن ابن ماجہ، ج1، ص93، دار احياء الكتب العربية. فيصل عيسى البابي الحلبي)

---

(1) حضرت ابو واثلہ ایاس بن معاویہ بن قرہ علیہ الرحمۃ ثقہ راوی ہیں، آپ علیہ الرحمۃ حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، لہٰذا اگر آپ کا حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع تسلیم کرلیا جائے، تو آپ کا شمار تابعین میں ہوگا ورنہ آپ علیہ الرحمۃ تبع تابعین میں سے ہوں گے۔ 122 ہجری میں فوت ہوئے۔

(الثقات لابن حبان، ج4، ص35، دائرة المعارف العثمانية بحيدر آباد الدكن. الهند)

(2) آج تو کیفیت اُس زمانے سے بھی ابتر و ناگفتہ بہ ہے۔ (منہ عفی عنہ)

ترجمہ: جس نے اس لئے علم حاصل کیا تا کہ اُس کے ذریعے علماء سے مقابلہ کرے یا بے وقوفوں اور جاہلوں سے بحث ومباحثہ کر کے جھگڑے یا لوگوں کے چہرے اپنی طرف پھیرے، تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔(1)

حضرت وہیب بن الورد علیہ الرحمۃ (المتوفی 153 ہجری) نے فرمایا: ''کئی ایسے عالم ہیں جنہیں لوگ تو عالم کہتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا شمار جاہلوں میں ہوتا ہے۔''

اور صحیح مسلم میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اول ماسعر به النار ثلاثة: احدهم من قرأ القرآن وتعلم العلم ليقال: هو عالم وقارء ويقال له: قد قيل ذالك ثم امر به فسحب به على وجهه حتى القى فى النار'' (صحیح مسلم، ج3، ص1513، دار احیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ: سب سے پہلے جن تین لوگوں کے ذریعے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا ان میں سے ایک وہ ہے جس نے قرآن اور علم اس لئے سیکھا کہ اُسے عالم یا قاری کہا جائے۔ انہیں کہا جائے گا کہ تمہیں دنیا میں عالم اور قاری کہہ دیا گیا پھر انہیں جہنم میں ڈالنے کا حکم دیا جائے گا، تو انہیں منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔(2)

اگر اُس کے نفس نے اتنے پر قناعت اختیار نہ کی حتی کہ وہ حاکم کے درجے تک پہنچ

---

(1) ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت تلاش کے باوجود نہیں مل سکی، البتہ اسی کے ہم معنیٰ متعدد روایات مختلف الفاظ اور طرق کے ساتھ کئی ائمۂ حدیث نے اپنی کتب میں درج کی ہیں، جن میں سے بعض کی سند صحیح، بعض کی حسن اور بعض کی ضعیف ہے۔ (منہ عفی عنہ)

(2) مسلم شریف میں یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درج نہیں۔ البتہ صحیح مسلم والی طویل حدیث پاک بیان کرنے کے بعد امام حاکم علیہ الرحمۃ (المتوفی 405 ہجری) نے فرمایا: ''هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجه البخاري'' ترجمہ: یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اسے روایت نہیں کیا۔ (المستدرک علی الصحیحین، ج2، ص120، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

گیا،تو حالت یہ ہوگی کہ لوگ اُس کی عزت نہیں کریں، نہ ہی ایسے شخص کی طرف لوگ متوجہ ہوتے ہیں (بلکہ ایسوں سے دور ہی بھاگتے ہیں) تو اُس نے اعلیٰ کے مقابلے میں ادنیٰ کو اختیار کیا اور وہ علماء کے درجے سے نکل کر ظالموں کی صف میں داخل ہو گیا، اسی وجہ سے بعض اسلاف کو جب عہدۂ قضاء کی پیشکش کی گئی، تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کرتے ہوئے فرمایا: ''میں نے علم اس لئے سیکھا ہے کہ مجھے بروزِ حشر انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ اٹھایا جائے، نہ کہ بادشاہوں کے ساتھ، کہ علماء کو انبیائے کرام کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور قاضیوں کا حشر بادشاہوں کے ساتھ ہوگا۔

مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ صبر کرے کہ تھوڑے سے صبر کے ذریعے طویل راحت نصیب ہو جاتی ہے اور اگر کوئی صبر کی بجائے جزع وفزع کرے، تو وہ اُسی کی طرح ہے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 181 ہجری) نے فرمایا: ''جس نے صبر کیا، اُس کا صبر کرنا (ملنے والی راحت کے مقابلے میں) کتنا ہی تھوڑا ہے اور جس نے صبر نہ کیا اور شور شرابا کیا، اُس نے کتنا ہی تھوڑا نفع پایا۔''

امام شافعی علیہ الرحمۃ (المتوفیٰ 204 ہجری) یہ اشعار پڑھا کرتے تھے (جن کا ترجمہ ہے): اے نفس! یہ تھوڑے ہی دنوں کا صبر ہے، اس کی مدت بے معنیٰ خواب کی طرح ہے (جن کی کچھ وقعت نہیں ہوتی) اور اس دنیا کے بدلے (آخرت میں) تمہیں اچھی جزا دی جائے گی اور دنیا کو چھوڑ دو کہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے علم نافع کا سوال کرتے ہیں اور اُس کی پناہ مانگتے ہیں ایسے علم سے، جو نفع بخش نہ ہو اور ایسے دل سے، جس میں خوفِ خدا نہ ہو اور ایسے نفس سے، جو سیر نہ ہو اور ایسی دعا سے، جو قبول نہ ہو۔ اے میرے اللہ! ہم ان چاروں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

اہلِ کتاب کی حالت

ان وجوہات پر غور کرنا چاہئے کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کی مذمت فرمائی اور وہ کتاب دیئے جانے اور آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی ان کے دلوں کی سختی ہے (جو ان کی مذمت کا سبب ہے) جیسا کہ گائے کا ٹکڑا مار کر مقتول کو زندہ کئے جانے کا واقعہ بیان کیا گیا (یہ قدرتِ الٰہی کی بہت بڑی اور واضح نشانی ہے اور اس کے علاوہ بھی کئی ایسے واقعات کا ان لوگوں نے مشاہدہ کیا، لیکن پھر بھی ان کے دل حق کی طرف نہ جھکے) اور پھر یہ بیان فرما کر ہمیں ان کی مشابہت و پیروی سے منع کیا گیا۔ چنانچہ ہمیں قرآن پاک میں فرمایا گیا:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَ مَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّۙ وَ لَا یَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْؕ وَ كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾ (سورۃ الحدید، پارہ 27، آیت 16)

ترجمۂ کنزالایمان: کیا ایمان والوں کو ابھی وہ وقت نہ آیا کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد اور اس حق کے لئے جو اُترا اور ان جیسے نہ ہوں جن کو پہلے کتاب دی گئی پھر ان پر مدت دراز ہوئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں بہت فاسق ہیں۔

اور بھی کئی دوسرے مقامات پر ان کی قساوتِ قلبی کو بیان کیا گیا اور ان پر غضب کا اظہار فرماتے ہوئے (ہم اللہ تعالیٰ کے غضب سے اُس کی پناہ مانگتے ہیں) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً﴾

(سورۃ المائدۃ، پارہ 5، آیت 13)

ترجمۂ کنزالایمان: تو اُن کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور اُن کے دل سخت کر دیئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے خبر ارشاد فرمائی کہ ان کے دلوں کی قساوت و سختی کا سبب یہ ہے کہ

انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے اپنے عہد و پیماں کو توڑ دیا اور یہ اُس کے حکم کی نافرمانی ہے اور اُس کے منع کردہ کام کا ارتکاب کرنا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سے عہد و میثاق کے وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس کی مخالفت نہیں کریں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾

(سورۃ المائدۃ، پارہ 5، آیت 13)

ترجمۂ کنز الایمان: اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں اور بُھلا بیٹھے بڑا حصہ اُن نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں۔

اس آیت مبارکہ میں ذکر کیا گیا کہ قساوتِ قلبی کی وجہ سے ان میں دو بُری خصلتیں پیدا ہو گئیں۔

(۱) تحریف: کلامِ الٰہی کو اس کی جگہ سے بدل دینا۔

(۲) نصیحتوں کو بھول بیٹھنا: جو نصیحتیں انہیں کی گئی تھیں ان کا ایک حصہ وہ بھول گئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت و مواعظِ حسنہ وغیرہ پر مشتمل کی گئی نصیحتوں کو چھوڑ دیا اور انہیں بے کار سمجھ بیٹھے (کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں، جبکہ وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی امر حکمت سے خالی نہیں) اور انہوں نے اُس پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔

علمائے سوء میں اہلِ کتاب کی دونوں مذموم خصلتیں

اہلِ کتاب کی طرح یہ دونوں امور ہمارے دور میں ان علماء (سوء) میں بھی پائے جاتے ہیں، جن میں فساد اور بگاڑ پیدا ہو گیا۔

(۱): علمائے سوء میں تحریفِ کلام کا عنصر اس طرح پایا جاتا ہے کہ جو فقہ و علم، عمل کے لئے نہ سیکھے، اُس کا دل سخت ہو جاتا ہے، تو وہ عمل کی طرف نہیں آتا، بلکہ مختلف انداز سے تحریفِ کلماتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے اور کتاب و سنت کے الفاظ کو ان کی جگہوں سے پھیر کر ان کا مفہوم بدل دیتا ہے اور آسانی کے لئے مختلف قسم کے حیلوں کی راہ کو اختیار

کرتا ہے مثلاً بعض اوقات اپنا مطلب نکالنے کے لئے نصوص کو لغوی اعتبار سے دور کے مجازی معنیٰ پر محمول کرنا وغیرہ نیز الفاظِ کتاب میں طعن کرنا تو ایسے لوگوں کے بس میں نہیں، لہٰذا معاذ اللہ عزوجل الفاظِ حدیث میں طعن شروع کرتے اور نصوص کو ان کے معانی و مفاہیم سے پھیرتے اور نصوص کو بیان کرنے والے کو بُرا بھلا کہتے اور انہیں جاہل اور بک بک کرنے والا وغیرہ وغیرہ کئی بُرے القابات دیتے ہیں اور یہ روش اصولِ دین میں متکلمین (یہاں متکلم سے وہی مراد ہے، جو اسلاف کے اقوال کے مطابق قابلِ مذمت ہے)، اہلِ رائے فقہاء اور فلسفی اور متکلم صوفیوں میں پائی جاتی ہے۔

(۲): علمائے سوء میں اہلِ کتاب کی دوسری بُری خصلت یوں پائی جاتی ہے کہ علم نافع سے حاصل ہونے والی نصیحت آموز باتوں کو فراموش کر دیتے ہیں کہ ان کے دل ان سے نصیحت نہیں پکڑتے، بلکہ اُلٹا جو شخص ایسی بات سیکھتا ہے، جس سے اُسے رونا آئے اور اُس کا دل نرم پڑے، تو یہ لوگ ایسے شخص کی بُرائی کرتے اور اُسے قصہ گو کا نام دیتے ہیں (کہ یہ رُلانے والی قصے کہانیاں ہی سیکھتا اور پڑھتا رہتا ہے)۔

اہلِ رائے نے تو اپنی کتب میں اپنے بڑوں سے یہ بات نقل کی ہے کہ علوم کے ثمرات ان علوم کی شرافت پر دلالت کرتے ہیں، پس جو علم تفسیر میں مشغول ہوگا، تو اس کی انتہاء یہ ہوگی کہ وہ لوگوں کو قصے کہانیاں سنائے گا اور انہیں نصیحتیں کرتا پھرے گا اور جو اپنی رائے اور علم میں مشغول ہوگا، تو وہ مفتی، قاضی، حاکم اور مدرس ہوگا۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ من ذالك الهفوات کلھا) پس یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ﴾

(سورۃ الروم، پارہ 21، آیت 7)

ترجمۂ کنزالایمان: جانتے ہیں آنکھوں کے سامنے کی دنیوی زندگی اور وہ آخرت سے پورے بے خبر ہیں۔

ان تمام (بے وقوفانہ اور بے ہودہ) باتوں پر انہیں ابھارنے والی چیز یہ ہے کہ انہیں

دنیا سے بہت محبت ہے اور وہ دنیا میں بلند مرتبے کے طالب ہیں، حالانکہ اگر (دو باتیں ان میں پائی جاتیں کہ)

(۱): وہ دنیا میں زہد اختیار کرتے اور آخرت میں رغبت رکھتے۔

(۲): خود کو اور اللہ جلّ شانہ کے بندوں کو نصیحت کرتے کہ وہ اُسے مضبوطی سے تھامے رکھیں، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ مکرم شفیعِ امم صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر نازل فرمایا۔

تو اس کے نتیجے میں لوگوں میں اکثر متقی اور پرہیزگار ہوتے اور انہیں صرف کتاب وسنت کی نصوص کفایت کرتیں اور علمائے سوء میں سے ایسے کم ہی ہیں، جو ذکر کردہ دو بُری خصلتوں کو چھوڑ کر اس راہِ صواب (درست راستے) کی طرف پلٹ آئیں اور جس نے نصوص کے معانی سے یہ سمجھا کہ نصوص میں ان لوگوں کا رد ہے، جو اُن دو (بُری) خصلتوں کو چھوڑ کر، اِن دو (خوبیوں) کی طرف پلٹنے والے ہیں، (تو وہ غلطی پر ہے اور) اللہ تعالیٰ ہی ایسے لوگوں کا فیصلہ فرمائے گا۔

اور اس کے نتیجے میں وہ ایجاد کردہ باطل فروعات اور حرام حیلوں سے مستغنی ہو جاتے، جن سے سود وغیرہ محرمات کا دروازہ کُھلتا ہے اور معاذ اللہ عزوجل جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حرام کو ادنیٰ حیلے کے ساتھ حلال کر لیا جاتا ہے جیسا کہ اہلِ کتاب کیا کرتے تھے۔

﴿فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ (سورۃ البقرۃ، پارہ 2، آیت 213)

ترجمۂ کنز الایمان: تو اللہ نے ایمان والوں کو وہ حق بات سُوجھا دی، جس میں جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔

☆ اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع عطا فرما اور علم غیر نافع سے ہمیں محفوظ فرما۔

(امین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم)

تمت بالخیر بتوفیق اللہ تعالیٰ

☆☆☆☆☆

فہرست تعارفِ رجال

☆☆☆☆☆

ماخذ و مراجع

نمبر شمار	کتاب کا نام	مصنف/مؤلف/متوفی
1	قرآن مجید	کتاب الٰہی
2	ترجمۂ کنز الایمان	امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری (المتوفی 1340)
3	تفسیرِ درمنثور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن سیوطی (المتوفی 911)
4	تفسیر ابن رجب	امام زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب (المتوفی 795)
5	تفسیرِ قرطبی	امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی (المتوفی 671)
6	تفسیرِ خزائن العرفان	مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی (المتوفی 1367)
7	صحیح بخاری	امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری (المتوفی 256)
8	صحیح مسلم	امام ابو حسین مسلم بن حجاج قشیری (المتوفی 261)
9	جامع ترمذی	امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (المتوفی 279)
10	سنن ابنِ ماجہ	امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ (المتوفی 273)
11	سنن ابی داؤد	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (المتوفی 275)
12	سنن نسائی	امام عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (المتوفی 303)
13	المستدرک علی الصحیحین	امام محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری (المتوفی 405)
14	صحیح ابن حبان	امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان تمیمی (المتوفی 354)
15	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبل (المتوفی 241)
16	شعب الایمان	امام ابو بکر احمد بن حسین بن علی بیہقی (المتوفی 458)
17	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابو بکر ہیثمی (المتوفی 807)
18	الجامع فی الحدیث لابن وہب	امام ابو محمد عبد اللہ بن وہب مصری (المتوفی 197)
19	السنن الکبریٰ للنسائی	امام عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی (المتوفی 303)
20	معالم السنن	امام ابو سلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم خطابی (المتوفی 388)

21	حلیۃ الاولیاء	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی (المتوفی 430)
22	تحفۃ الاشراف	جمال الدین ابوحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن (المتوفی 742)
23	جامع معمر بن راشد	ابوعروہ معمر بن ابوعمرو راشد بصری (المتوفی 153)
24	عمدۃ القاری	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی (المتوفی 855)
25	فتح الباری لابن حجر	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (المتوفی 852)
26	فتح الباری لابن رجب	امام زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب (المتوفی 795)
27	فیض القدیر	علامہ محمد عبدالرؤف مناوی (المتوفی 1031)
28	شرح السنۃ للبغوی	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی (المتوفی 516)
29	تھذیب التھذیب	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (المتوفی 852)
30	تقریب التھذیب	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (المتوفی 852)
31	مختصر تلخیص الذھبی	امام ابوحفص عمر بن علی بن احمد شافعی (المتوفی 804)
32	تذکرۃ الحفاظ	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (المتوفی 748)
33	طبقات الحفاظ للسیوطی	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوب ※ رسیوطی (المتوفی 911)
34	جامع الاصول	امام مبارک بن محمد شیبانی جزری (المتوفی 606)
35	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	امام محمد بن سعد بن منیع ہاشمی (المتوفی 230)
36	تخریج احادیث احیاء العلوم	امام ابوالفضل عبدالرحیم بن حسین عراقی (المتوفی 806)
37	الثقات لابن حبان	امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان تمیمی (المتوفی 354)
38	الضعفاء والمتروکون	امام ابوالحسن علی بن عمر بن احمد دارقطنی (المتوفی 385)
39	اسعاف المبطا برجال الموطا	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوب ※ رسیوطی (المتوفی 911)
40	فتح المغیث	امام ابوالخیر محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (المتوفی 902)
41	الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (المتوفی 852)
42	معانی الاخیار	امام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی (المتوفی 855)
43	سیر اعلام النبلاء	امام ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (المتوفی 748)
44	رجال صحیح مسلم	امام احمد بن علی بن محمد بن ابراہیم (المتوفی 428)
45	وفیات الاعیان	ابوعباس شمس الدین احمد بن محمد بن ابراہیم (المتوفی 681)

46	مشاہیر علماء الامصار	امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان تمیمی (المتوفی 354)
47	طبقات الصوفیۃ	امام ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین بن احمد سلمی (المتوفی 412)
48	الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ اھل الثقۃ والسداد	ابونصر احمد بن محمد بن حسین بن حسن بخاری (المتوفی 398)
49	العدۃ فی شرح العمدۃ	ابوحسن علی بن ابراہیم بن داؤد بن سلیمان (المتوفی 724)
50	سلم الوصول	مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف کاتب جلبی (المتوفی 1067)
51	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی (المتوفی 463)
52	خلاصۃ تھذیب الکمال	صفی الدین احمد بن عبداللہ یمنی (المتوفی 923)
53	شرح المقاصد	امام سعدالدین عمر بن عبداللہ تفتازانی (المتوفی 793)
54	شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ	ابوقاسم ہبۃ اللہ بن حسن رازی لالکائی (المتوفی 418)
55	الملل والنحل	امام ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی (المتوفی 548)
56	التاریخ الکبیر للبخاری	امام ابوعبداللہ اسماعیل بن ابراہیم جعفی بخاری (المتوفی 256)
57	تاریخ دمشق	ابوقاسم علی بن حسن المعروف ابن عساکر (المتوفی 571)
58	البدایۃ والنھایۃ	عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی (المتوفی 774)
59	اسدالغابۃ	امام حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی (المتوفی 852)
60	کشف الظنون	مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف کاتب جلبی (المتوفی 1067)
61	الانواء فی مواسم العرب	ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (المتوفی 276)
62	تاریخ اربل	مبارک بن احمد بن مبارک اربلی (المتوفی 637)
63	اقتضاء العلم العمل للخطیب	امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی (المتوفی 463)
64	فتاوی رضویہ	امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری (المتوفی 1340)
65	فتاوی مصطفویہ	مفتی اعظم ہند محمد مصطفیٰ رضا خان (المتوفی 1402)
66	بہار شریعت	صدرالشریعۃ مفتی محمد امجد علی اعظمی (المتوفی 1367)

☆☆☆☆☆